حالم (نمرہ احمد)

(آخری باب): ''سفید گھوڑے والی شہزادی''

اس نے خواب میں دیکھا....

نیم اندھیرے میں ڈوبی گلی ویران پڑی ہے...

اِکا دُکا اسٹریٹ پولز کی روشنی میں چند کچرے کے کین نظر آرہے ہیں...

گلی کے سرے پہ ایک مین ہول کا ڈھکن کھلا پڑا ہے...

وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی اس کے قریب جاتی ہے..

ڈھکن کے ساتھ کچھ زرد سا چمکتا ہوا نظر آرہا ہے...

تالیہ کے قدم اس کے ساتھ رکتے ہیں...

وہ جھک کے اس شے کو اٹھاتی ہے...

اسٹریٹ لیمپ کی روشنی میں وہ پتلیاں سکوڑ کے اسے بغور دیکھتی ہے....

وہ سفید رنگ کا خط کا لفافہ ہے....اور اس پہ قدیم جاوی رسم الخط میں تحریر ہے.....

''پتری تاشہ بنت مراد کے نام۔''

نیچے شاہی مہر ہے اور خط بھیجنے کی تاریخ۔

پانچ سو تریسٹھ برس پہلے کی تاریخ۔

کسی جانور کے رونے کی آواز اس کی سماعت سے ٹکراتی ہے۔

وہ چونک کے سر اٹھاتی ہے۔

دور تاریک گلی کے سرے پہ ایک سفید ہرن کھڑا ہے....

اس کی بڑی بڑی سبز آنکھیں تالیہ پہ جمی ہیں.....

اس کے منہ سے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں...

وہ تالیہ کو دیکھتے ہوئے پلٹ جاتا ہے...

وہ اس کے پیچھے جانے لگتی ہے لیکن اس کے قدم زنجیر ہو جاتے ہیں...

ہرن رات کی دھند میں تحلیل ہو جاتا ہے....جیسے کبھی وہاں تھا ہی نہیں...

دھند ہر طرف پھیلنے لگتی ہے....اور....

اس کی آنکھ کھل جاتی ہے.....

☆☆=========☆☆

صبح کی دودھیا روشنی اس اپارٹمنٹ بلڈنگ کے شیشوں سے اندر لونگ روم کو منور کیے ہوئے تھی۔ایک طرف صوفے رکھے تھے اور دوسری جانب اوپن کچن تھا جہاں اس وقت تالیہ مراد بیٹھی صبح کی چائے کے گھونٹ بھر رہی تھی۔ساتھ ہی وہ مسکرا کے اپنے اس چھوٹے سے اپارٹمنٹ کو دیکھ رہی تھی۔لونگ روم کی قد آدم کھڑکیوں سے نیچے سڑک پہ بہتا ٹریفک دکھائی دے رہا تھا۔ایک نئے دن کا آغاز ہو چکا تھا اور لوگوں کی اکثریت اپنے کاموں کے لیے روانہ ہوتی نظر آ رہی تھی۔

تالیہ مراد کے خوابوں کا سلسلہ عرصہ ہوئے تھم چکا تھا۔لیکن آج وہ جس خواب سے بیدار ہوئی تھی وہ نہ صرف عجیب تھا بلکہ اس نے طبیعت مکدر کر دی تھی۔اس کے خواب پھر سے کیوں شروع ہوئے؟اور یہ ہرن...یہ اس نے پہلے کہاں دیکھا تھا؟اور وہ خط؟ان سارے سوالات کے جوابات اس کو شاید کبھی نہیں ملنے تھے۔لیکن اس مین ہول کو وہ پہچانتی تھی۔یہ جونکر اسٹریٹ کا مین ہول تھا جو تالیہ مراد کی دو دنیاؤں کے درمیان پُل بنا تھا۔کیا کسی نے دوسری دنیا سے اس کے لیے خط بھیجا تھا؟

(اونہوں۔)اس نے سر جھٹکا اور چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے ذہن ہٹانے کی کوشش کرنے لگی۔وہ پیروں تک آتے ہلکے جامنی فراک میں ملبوس تھی۔اور بالوں کو آدھا کیچر میں باندھ رکھا تھا۔صبح کی مناسبت سے وہ کہیں جانے کو تیار لگتی تھی۔سفید ہیٹ میز پہ اوندھا رکھا تھا اور ساتھ سنہری چین والا پرس تھا۔پرس نیلے رنگ کا تھا۔اس نے چائے پیتے ہوئے پرس پہ دوسرے ہاتھ کی انگلیاں پھیریں اور مسکرا دی۔

ایک زمانہ تھا جب وہ کاغذ پہ ایک محل بناتی تھی۔اونچا محل۔نیچے سبزہ زار۔اور اس کے ساتھ نیلا پانی۔لیکن سبزہ زار سے محل تک جانے کا راستہ بنانا وہ بھول جاتی تھی۔اس راستے کو تلاش کرنے میں اسے ایک لمبا وقت لگا تھا۔اور بالآخر وقت اس پہ مہربان ہو چکا تھا۔

اس کا دھیان خواب سے ہٹ چکا تھا اور وہ وقت کی اس مہربانی کا سوچ رہی تھی جو اس کے ساتھ ہو چکی تھی۔

وقت نے چند عام سے نوادرات کی قیمت بڑھا کے انہیں خزانہ بنا ڈالا تھا۔اور وقت نے ہی عصرہ کی وصیت منسوخ نہیں ہونے دی تھی۔تالیہ مراد کو اس کا خزانہ بالآخر مل گیا تھا۔لیکن اس خزانے کی قیمت بہت بڑی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ سر پہ ہیٹ پہنے' اپارٹمنٹ بلڈنگ کی لفٹ میں داخل ہو رہی تھی۔ہال وے کی بتیوں میں اس کے جامنی لباس کے سفید پھول چمک رہے تھے۔

ایسے ہی پھول اس جنگل میں ہوتے تھے جہاں شاہی خاندان کی چھوٹی سی لڑکی اپنے بابا کے ساتھ تیراندازی سیکھنے جایا کرتی تھی۔وہ لڑکی جو محل سے نکال دی گئی تھی۔اب وہ ایک غریب لکڑہارے کی بیٹی تھی۔وہ کندھے پہ چرمی تھیلا اٹھائے' جنگل میں ستاروں کے ذریعے اپنے گھر کا راستہ تلاش کیا کرتی تھی۔وہ اپنے گاؤں کو بچانے نکلی تھی۔وقت کے ایک سفر پہ۔

سفید ہیٹ والی خوبصورت لڑکی چہرے پہ مسکراہٹ سجائے اب بلڈنگ کی لابی سے باہر نکل رہی تھی۔اس کے ہاتھ میں پہنی انگوٹھیوں کے نگینے دن کی روشنی میں چمک رہے تھے۔ایک انگوٹھی میں بیش قیمت زمرد جڑا تھا۔

ایسے ہی رنگ کا گھاس اس یتیم خانے کے باغ میں اُگا تھا جہاں وہ گم صم سی لڑکی تنہا بیٹھے تصویریں بنایا کرتی تھی۔اونچے محل' سبز گھاس اور نیلے پانی کی تصویریں۔کبھی نہ مل سکنے والے خوابوں کی تصویریں۔

ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف بڑھنے سے پہلے اس نے پرس سے ایک خستہ نوٹ نکالا اور بلڈنگ کے چوکیدار کو تھمایا۔

اس نوٹ نے بہت کچھ یاد کروایا تھا۔ایسے ہی نوٹوں سے بھرا ایک بیگ تھا جسے اس لڑکی نے ڈرتے ڈرتے ائیرپورٹ پہ کھولا تھا اور اس کی زندگی کی ساری کہانی ہی بدل گئی تھی۔

وہ ایک زرد ٹیکسی کی طرف آئی اور پتہ بتا کے پچھلی سیٹ پہ بیٹھی۔پھر ٹیکسی کا پیلا رنگ دیکھ کے وہ اداسی سے مسکرائی۔ایسے ہی پیلے سنہری زیورات کو وہ ہڈ والی لڑکی کے ایل کی گلیوں میں عورتوں سے ٹکرا کے آگے بڑھتے ہوئے مہارت سے اتار لیا کرتی تھی۔تھوڑی دور جا کے وہ مٹھی میں دبی سنہری زیور کو اوپر فضا میں بلند کر کے دیکھتی اور مسکراتی تھی۔

ٹیکسی اب شہر کی سڑکوں پہ تیز رفتاری سے گزر رہی تھی۔ایک دکان کے سامنے گلابی رنگ کے پھولوں کے گملے رکھے تھے۔ان کا رنگ ایسا گلابی تھا جیسا ملاکہ کی شہزادی کے کامدار لباس کا ہوا کرتا تھا۔وہ ناخوش سی شہزادی جو وقت کی قید میں محل کے ایک ستون سے دوسرے تک بے چین سی چکر کاٹتی تھی....

ٹیکسی سگنل پہ رکی تو اس نے دیکھا....فٹ پاتھ پہ ایک نوجوان کافی کا مگ اور بریف کیس تھامے تیز تیز دوڑتا دکھائی دے رہا تھا۔اس کے مگ کا رنگ تالیہ کے اس مگ جیسا تھا جسے لیے وہ بارش میں فاتح کے پیچھے بھاگا کرتی تھی۔

ٹیکسی پھر سے چل پڑی تو اس نے بند کھڑکی کے شیشے کو دیکھا۔شیشے کی چمک مصر کے اس دریا جیسی تھی جس کا ایک خوفزدہ

اور اداس لڑکی نے بحری کروز پہ سفر کیا تھا۔

ٹیکسی منزل مقصود کے سامنے رکی تو تالیہ سیٹ بیلٹ ہٹا کے باہر نکلی۔بیلٹ کا رنگ سرمئی تھا۔ایسا ہی رنگ جونکر اسٹریٹ کی سڑک کا تھا جس کے ایک مین ہول سے چند دن پہلے وہ باہر آئی تھی۔

وقت اسے پورے دائرے میں گھما کے واپس اس کی دنیا میں لے آیا تھا۔اور اس دنیا کے سارے رنگ آج صرف تالیہ مراد کی کہانی بیان کر رہے تھے۔آگے کیا ہونے والا تھا.....اسے کچھ خبر نہ تھی۔

اس عمارت کی لابی کی طرف جاتے ہوئے اس نے موبائل اسکرین پہ وقت دیکھا تو سامنے چمکتی نیوز فلیش نے اس کی توجہ گھیر لی۔

وہاں تالیہ مراد کی عصرہ قتل کیس پہ ملوث ہونے کے بارے میں رپورٹ پیش کی جا رہی تھی۔

تالیہ کے ابرو تن گئے۔صبح کی تازگی اس کے موڈ سے زائل ہو گئی۔

میڈیا کا اپنا ایک ٹرائل ہوتا ہے۔اس میں ملزم کو صفائی کا موقع نہیں دیا جاتا۔سوشل اور مین اسٹریم میڈیا...دونوں جگہوں پہ اس وقت تالیہ مراد کے ساتھ یہی ہو رہا تھا۔عصرہ محمود کی وصیت والی خبر بھی ان کے ہاتھ لگ چکی تھی۔اور تالیہ مراد کے ہاتھ لگا خزانہ اسے مزید مجرم ثابت کر رہا تھا۔وہ سر جھکائے' افسوس سے فون اسکرین پہ انگلی پھیرتی اپنے بارے میں منفی کمنٹس پڑھتی رہی۔

اس خزانے کی ایک بھاری قیمت اس نے ادا کی تھی۔لیکن مفت میں بھی کبھی کچھ ملا ہے کیا؟ یہ آخری جنگ بھی وہ ہمت سے لڑے گی۔اس نے فون رکھا اور مطلوبہ اپارٹمنٹ کی طرف بڑھ گئی۔

''میں یہاں آتے ہوئے اپنے بارے میں سوشل میڈیا پہ برے کمنٹس پڑھ رہی تھی۔''

کچھ دیر بعد وہ ایڈم کے سامنے اس کی لائبریری میں بیٹھی تھی۔جدید طرز پہ بنی اس قدیم طرز سے متاثر شدہ لائبریری کے ریکس ان دونوں کو دلچسپی سے دیکھ رہے تھے جو آمنے سامنے بیٹھے تھے۔دونوں کے درمیان ایک میز تھی جس پہ کافی کے گرما گرم کپ اور تالیہ کا سفید ہیٹ دیگر اشیا کے ساتھ رکھا تھا۔

''آپ کو میں نے منع کیا تھا وہ منفی باتیں پڑھنے سے۔''ایڈم خفگی سے بولا۔تالیہ کی بہ نسبت وہ سادہ ٹی شرٹ اور ٹراؤزرز میں ملبوس تھا جیسے اس کے آنے سے تھوڑی دیر پہلے جاگا ہو اور منہ پہ چھینٹے مارے ہوں۔

''ایک زمانہ تھا'ایڈم....جب اگر کوئی کم عقل انسان اول فول بولتا تو آس پاس بیٹھے دانا لوگ اسے جھڑک کے چپ کرا دیتے تھے۔لیکن اب....''وہ اداسی سے مسکرائی۔سرخ انگوٹھی والی انگلی وہ مسلسل کافی کپ کے دہانے پہ پھیر رہی تھی۔''اب ہر

احمق اور ہر دانا انسان کو بولنے کا یکساں حق مل چکا ہے۔ہم ایسے زمانے میں جی رہے ہیں جہاں لوگ انٹرنیٹ پہ سفید بیک گراؤنڈ پہ جلی حروف میں لکھے کسی بھی قول کا یقین کر لیتے ہیں۔چوبارے پہ بیٹھ کے کسی کو برا بھلا کہنا کتنا مشکل تھا پہلے'ایڈم۔ اور آج یہی کام کی بورڈ کے پیچھے چھپ کر کرنا کتنا آسان ہے۔''

''مائینڈ اوور میٹر' چے تالیہ۔آپ مائینڈ کرنا چھوڑ دیں تو وہ میٹر کرنا چھوڑ دینگے۔''وہ سوئی سوئی آنکھوں سے مسکرا کے بولا۔ اس کی اسٹڈی میں پھیلی فائلز اس بات کی غماز تھیں کہ وہ رات دیر تک جاگ کے تالیہ کا کیس اسٹڈی کرتا رہا ہے۔

''پھر بھی....ہم ان برا بھلا کہنے والوں کو کیسے روک سکتے ہیں؟''وہ ایڈم کے پیچھے کھڑکی کو دیکھتے ہوئے سوچ میں گم کہہ رہی تھی۔

''ہم ان کو نہیں روک سکتے۔خود کو روک سکتے ہیں۔موقع ہونے کے باوجود کسی دوسرے کو برا کہنے سے۔چاہے سر عام۔چاہے کی بورڈ کے پیچھے سے۔''

''اب تم لگ رہے ہو پرانے ایڈم۔''تالیہ نے کپ اٹھاتے ہوئے مسکرا کے ایڈم کو دیکھا۔''تقریباً پرانے ایڈم۔کیونکہ کچھ تبدیلیاں نا قابل واپسی ہوتی ہیں۔''

''انسان میں ہر روز تبدیلی آتی ہے' چے تالیہ۔جو لوگ بدلتے نہیں ہیں'ان سے ٹھہرے پانی کی بُو آنے لگتی ہے۔آپ بھی ایک شاہی خاندان کی چھوٹی شکاری لڑکی سے آج ایک.....''

''چھوڑو اس قصے کو۔میں پہلے ہی سارا راستہ یہی سوچتی آئی ہوں۔''اس نے برا منہ بنا کے ایڈم کو خاموش کرا دیا۔شاہی مورخ نے شانے اچکائے۔پھر اپنی اسٹڈی کے ریکس کو دیکھا اور افسوس سے سر جھٹکا۔

''کتابوں نے مجھے پکڑوا دیا ورنہ میں آپ کو یقین دلا چکا تھا کہ میری یادداشت چلی گئی ہے۔''ملال سے بولا تو تالیہ نے دونوں ابرو اٹھا کے اسے دیکھا۔

''یعنی تم اس جھوٹ کے ساتھ خوش تھے؟اور ایک پرانے دوست کے مل جانے کی خوشی کا کیا؟''

''وہ آسان تھا۔''ایڈم نے ہلکے سے شانے اچکائے۔''خیر....چونکہ ہم دونوں جانتے ہیں کہ مسز عصرہ نے خودکشی کی تھی....تو اب اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔''اس نے ایک فولڈر اٹھایا اور کھول کے تالیہ کے سامنے رکھا۔

''میں مسز عصرہ کی فنانشل ٹرانزیکشنز دیکھ رہا تھا۔مجھے کوئی غیر معمولی پے منٹ نہیں ملی۔عصرہ نے جس شخص سے زہر منگوایا ہوگا'جس سے آپ کا کریڈٹ کارڈ ہیک کروایا ہوگا'اس کو پیسے کیسے دیے گئے؟ہمیں ان پیسوں کا ثبوت نہیں مل رہا ہمیں۔''

''ہوسکتا ہے اس کے اکاؤنٹ میں نہ بھیجے ہوں بلکہ اس کو کیش دیا ہو۔''

''بے شک کیش دیا ہو لیکن کیش بینک سے نکلوایا تو ہو گا نا۔ایسے کاموں پہ بہت خرچہ آتا ہے۔اتنا کیش کوئی بھی گھر میں نہیں رکھتا۔اور عصرہ نے ان دنوں میں کوئی بھاری رقم نہیں نکلوائی۔اب سچوئیشن یہ ہے کہ نہ ہم اس شخص کا کوئی سراغ حاصل کر سکے ہیں' نہ اس کو دی جانے والی اجرت کا۔اب ہم آپ کی بے گناہی کیسے ثابت کریں گے' چے تالیہ؟'' وہ فکر مند تھا۔''اوپر سے آپ نے وصیت کے نوادرات کو بیچ کے خود کو مزید مشکوک کر دیا ہے۔عدالت یہی سمجھے گی کہ آپ اسی لیے چھے سال بعد آئی تھیں۔''

''میں عدالت کے خوف سے آزاد ہو چکی ہوں' ایڈم۔میں اپنی بے گناہی ضرور ثابت کروں گی۔''

''آزاد یعنی؟'' اس نے غور سے تالیہ کا چہرہ دیکھا۔وہ اس کے عقب میں روشن کھڑکی کو دیکھتے ہوئے سوچ سوچ کے بولنے لگی۔

''آزاد یعنی.... مجھے مستقبل کی فکر نہیں ہے۔میرے پاس اپنے لیے کوئی پلان بھی نہیں ہے۔مستقبل کا۔اپنی زندگی کا۔مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ فاتح کی زندگی میں میری جگہ اب کیسے بنے گی۔ایڈم.... مجھے کچھ نہیں پتہ۔صرف ایک بات معلوم ہے۔میں اپنی زندگی کے ہر فیز میں یا غم زدہ رہی ہوں یا خوفزدہ۔ماضی کا غم اور مستقبل کا خوف۔مجھے ہمیشہ خوشی کی تلاش رہی ہے۔''

وہ بول رہی تھی اور ایڈم اس کی آنکھوں کو دھوپ سے سنہری پڑتے ہوئے دیکھ سکتا تھا۔وہ پرانی تالیہ لگ رہی تھی۔اور وہ نہیں بدلی تھی۔یہی تو مسئلہ تھا کہ اسے تھوڑا بہت بدلنا چاہیے تھا۔

''میں ایک گول سیٹ کرتی تھی اور سوچتی تھی کہ جب یہ ہو جائے گا تو میں خوش ہو جاؤں گی۔جب مجھے خزانہ ملے گا' جب مجھے محل ملے گا' جب مجھے فاتح ملے گا' جب میں فاتح کی زندگی میں اہم ہو جاؤں گی۔میں یہاں تھی۔'' اس نے اپنے کافی کپ کی طرف اشارہ کیا جو میز پہ رکھا تھا۔''اور مجھے یہاں جانا تھا۔'' اس نے ڈیڑھ فٹ دور رکھے ایڈم کے کپ کی طرف انگلی گھمائی۔

''اور یہ درمیان کا راستہ....'' اس نے انگلی سے میز پہ نادیدہ لکیر کھینچی.... ''یہ راستہ ہمیشہ بے چینی سے گزرتا تھا۔خوف' اضطراب' پریشانی... یہ تینوں میرے اس راستے کے ساتھی تھے۔لیکن اب میں سوچتی ہوں کہ منزل اہم نہیں ہوتی۔سفر اہم ہوتا ہے۔جو سفر میں قانع اور خوش نہیں ہوتا' اسے منزل خوش نہیں کر سکتی۔اس لیے اب میں منزل ملنے یا نہ ملنے کے خوف سے آزاد ہو چکی ہوں۔اور اپنا سفر....''

''یعنی اپنا خزانہ....''

”یعنی اپنا خزانہ خوب انجوائے کر رہی ہوں۔بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔“مسکرا کے شانے اچکائے۔پھر آگے کو ہوئی اور جتانے والے انداز میں یاد کرایا۔

”ہمیں نہ صرف میری بے گناہی ثابت کرنی ہے بلکہ ہیشا تاج کا پردہ بھی فاش کرنا ہے۔میرے پاس اپنے لیے پلان نہیں ہے لیکن فاتح کو ہیشا سے بچانے کے لیے پلان ہے۔“

”اور وان فاتح اور تالیہ کا کیا؟“ایڈم نے بغور اسے دیکھا۔

اس سوال پہ تالیہ کافی دیر تک خاموش رہی۔”ان کی زندگی میں میری جگہ نہیں ہے اب۔“

”یہ آپ خود سے فرض کر رہی ہیں۔“

”میں نے کہا نا‘اس دفعہ میرے پاس کوئی پلان نہیں ہے اور میں سفر کی بے چینی سے خود کو آزاد کر چکی ہوں۔جو ہوگا دیکھا جائے گا۔فی الحال.....“اس نے فائلز کی طرف اشارہ کیا۔

”عصرہ کے فنانشلز دوبارہ دیکھو۔بغیر پیسوں کے کوئی اتنا بڑا کام نہیں کروا سکتا۔فاتح کے فنانشلز بھی چیک کرو۔شاید عصرہ نے ان کے اکاؤنٹ سے پیسے نکلوائے ہوں۔اشعر سے وہ ایسے کام کے لیے اتنا بڑا کیش نہیں لے سکتیں۔اشعر مشکوک ہو جاتا اور وہ کسی کا شک افورڈ نہیں کر سکتی تھیں۔“وہ اٹھتے ہوئے بولی۔سنہری چین والا پرس کندھے پہ ڈالا اور ہیٹ سر پہ۔ایڈم نے چونک کے اسے دیکھا۔

”آپ ابھی سے کہاں جا رہی ہیں.... مس مراد؟“دروازہ کھلتے دیکھ کے ایڈم نے ٹون بدل لی۔لہجہ رسمی ہو گیا۔تالیہ نے مڑ کے دیکھا۔صوفی چند کاغذات لیے اندر آ رہی تھی۔تالیہ نے واپس ایڈم کو دیکھا اور طنزیہ انداز میں ابرو اٹھا کے بنا آواز کے کہا (مس مراد؟ ہوں؟)

”آپ ابھی تو آئی تھیں؟“ایڈم نے اس کے تاثرات نظر انداز کر کے اسی لہجے میں پوچھا۔صوفی بھی ساتھ آ کھڑی ہوئی اور سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

”مجھے سری پردھانہ جانا ہے۔پردھان منتری سے ملنے۔“

”پردھان منتری کے پاس روز روز کی ملاقات کا وقت ہے؟“ایڈم نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔”مجھے تو انٹرویو کے لیے کب سے وقت نہیں دیا۔“

”وقت نہیں ہے۔لیکن ہر پردھان منتری کو لنچ بریک ملتی ہے‘ایڈم صاحب۔“طنزیہ انداز میں بولی۔”آپ تب تک عصرہ کے فنانشلز میں کوئی بڑی رقم چیک کریں۔“وہ دروازہ کھول کے باہر نکل گئی۔دروازہ بند ہوا تو صوفی نے اچنبھے سے ایڈم کو

دیکھا۔

''آپ لوگ بڑی رقم چیک کررہے ہیں؟ میں سمجھی غیر معمولی رقم چیک کررہے ہیں۔'' وہ لہجے کو سرسری بنا کے بولی اور خالی کپ اٹھا لیے۔

''غیر معمولی رقم بڑی ہی ہوتی ہے۔'' ایڈم نے صفحے پلٹاتے ہوئے اسے ٹوکا۔

''میرے لیے؟ ہاں۔ میں تھوڑی سی تنخواہ پہ گزارا کرتی ہوں کیونکہ میرا تو باس ظالم ہے اور کنجوس بھی۔'' آنکھیں گھما کے اپنے باس کو دیکھا جس نے اس بات کو ان سنا کر دیا تھا۔ ''لیکن عصرہ تو ایک سیاسی بیوی تھیں۔ ڈیزائنر پہنتی تھیں۔ ڈیزائنر خریدتی تھیں۔ ان کی تو ہر ٹرانزیکشن عام انسان سے زیادہ ہوتی ہوگی۔ آپ کو غیر معمولی ڈھونڈنی ہے تو چھوٹی رقم ڈھونڈیں۔ اتنی چھوٹی رقم جو عصرہ کی طبیعت کے برخلاف ہو۔''

''واہ۔'' ایڈم نے چونک کے اسے دیکھا۔ ''تم کافی سمجھدار ہوگئی ہو صوفی۔''

وہ ٹرے میں فالتو اشیاء ڈالتے ہوئے خفگی سے بولی۔

''اگر آپ مجھے میٹنگ میں شامل کر لیتے.... (کان میں لگے آلے کی طرف اشارہ کیا جو ایڈم نے اپنی طرف سے بند کر رکھا تھا) تو میں پہلے ہی بتا دیتی۔''

مگر وہ نہیں سن رہا تھا۔ وہ تیزی سے فائل کے صفحے پلٹ رہا تھا۔ اس کو سوچ کا ایک نیا زاویہ ملا تھا۔

☆☆=========☆☆

سری پردھانہ کی کھڑکیوں پہ بارش کے قطرے آج بھی جمے تھے۔ وہ جب پترا جایا پہنچی تو بارش شروع ہو چکی تھی۔ پردھان منتری کا اسٹاف اب اس کو پہچاننے لگا تھا۔ پچھلی میٹنگ کے بعد فاتح نے اس کا سری پردھانہ کا انٹری پاس جاری کروا دیا تھا جس کے باعث اندر آنے میں آسانی تھی۔ اس کو داخلی فصیل سے ویٹنگ روم میں بٹھانے تک سب اس کو خاموش نظروں سے دیکھتے آئے تھے۔ وہ جانتی تھی وہ اس کے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے لیکن تالیہ مراد لوگوں کی آراء کے غم سے خود کو آزاد کرنے کی کوشش میں کسی حد تک کامیاب ہو چکی تھی۔

مکمل آزادی تو آج تک کسی انسان کو نہیں ملی۔

جس وقت وہ فاتح کے آفس میں داخل ہوئی' ایک نوجوان شیلف میں ایک سیاہ کور والی فائل رکھ رہا تھا۔ فاتح نے ایک نظر فائلز کے اس ڈھیر کو دیکھا جو وہاں جمع ہوتا جا رہا تھا... اور پھر اندر داخل ہوتی تالیہ کو.... پھر وہ مسکرا کے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی توجہ فائلز سے ہٹ گئی۔

نوجوان نے یا سیت سے اپنے پردھان منتری کی بکھرتی توجہ کو دیکھا اور پھر نووارد مہمان لڑکی کو۔ پھر سر جھٹک کے اداسی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

''آؤ۔ بیٹھو۔ تم نے لنچ کیا؟'' وہ سیٹ پہ واپس بیٹھتے ہوئے انٹر کام اٹھانے لگا۔

''ضرورت نہیں ہے۔ ناشتہ دیر سے کیا تھا۔ آپ نے لنچ کر لیا؟'' جامنی فراک والی لڑکی کرسی پہ بیٹھی اور پرس میز پہ رکھا۔ سفید ہیٹ ترچھا کر کے سر پہ جما رکھا تھا۔ انداز یوں تھا گویا اس آفس میں روز کا آنا جانا ہو۔

''ٹھہر کے کروں گا۔'' فاتح نے مسکرا کے اسے دیکھتے ہوئے انٹر کام پہ چائے کا آرڈر دیا۔ سفید شرٹ اور گرے ٹائی میں ملبوس' جیل سے بال دائیں جانب کیے... وہ آج بھی ویسا ہی لگ رہا تھا جیسا ہمیشہ لگا کرتا تھا۔ کوٹ پیچھے اسٹینڈ پہ لٹکا تھا اور سفید شرٹ کے کپ پہ لگے سلور کف لنکس چمک رہے تھے۔ تالیہ نے غور سے اس کے تازہ دم مسکراتے چہرے کو دیکھا۔ وہ تالیہ کے ساتھ بہت اچھی طرح سے پیش آیا تھا۔ رویہ بھی دوستانہ تھا۔ لیکن کیا وان فاتح ویسا ہی تھا؟

''تمہارے کیس کی تیاری کیسی جا رہی ہے؟'' انٹر کام رکھ کے وہ ہاتھ باہم پھنسائے آگے کو ہوا اور توجہ سے پوچھنے لگا۔

تالیہ نے بےفکری سے کندھے اچکائے۔ ''میں بےقصور ہوں۔ میں یہ ثابت کر لوں گی۔''

''تم ٹھیک ہو نا؟'' وہ اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔

وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے اور دنیا اس میز کے اطراف سے ختم ہو چکی تھی۔

وان فاتح کے ساتھ وہ ہوتی تھی تو وقت یونہی تھم جاتا تھا۔ سوچوں کے سارے شور خاموش ہو جاتے تھے۔ میز کے گرد جیسے دائرہ سا کھنچ گیا تھا۔ روشنی کا دائرہ۔ اس دائرے کے پار سب دھواں بن کے فضا میں تحلیل ہو چکا تھا۔

''میں ٹھیک ہوں' فاتح۔''

''اور ایڈم بن محمد.... وہ تمہاری مدد کر رہا ہے؟''

''ہوں۔ اس کی یادداشت چلی گئی تھی۔ آپ کو معلوم ہو گا۔'' تالیہ نے پرکھنے والے انداز میں پوچھا۔ فاتح مسکرایا۔

''سیریسلی؟'' ابرو اچکائے۔ ان کے دائرے کی روشنی تیز ہو رہی تھی۔ ''تم نے اس کہانی پہ یقین کر لیا؟''

وہ ہلکا سا ہنس دی۔ ''آپ نے بھی نہیں کیا؟''

''نہیں۔ وہ محض مجھ سے فاصلہ رکھنا چاہتا تھا۔ سو میرا اخلاقی فرض تھا کہ اس کی خواہش کا احترام کروں۔ جب کسی کی زندگی میں آپ کی جگہ نہ ہو تو اس کو مجبور نہیں کرنا چاہیے۔''

تالیہ کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سا ملال چمکا۔

"کیسے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کی زندگی میں آپ کی جگہ ہے یا نہیں؟"

ان کے دائرے کی روشنی ماند پڑنے لگی۔کوئی تاریک سایہ سا تھا جو اس روشنی کو نگل رہا تھا۔

"معلوم نہیں کیا جاتا۔محسوس کیا جاتا ہے۔"

"اور جب محسوس ہو جائے کہ اس کی زندگی میں اپنی جگہ نہیں رہی تو کیا کرنا چاہیے؟"

"Graceful exit!" وان فاتح نے مسکرا کے ابرو اچکائے۔وہ مسکرا بھی نہیں سکی۔بس اس کو دیکھے گئی۔

وہ آسیب جیسا سایہ دائرے کے اوپر چھانے لگا۔روشنی جہاں سے بھی آرہی تھی' اس کا راستہ رک گیا۔اسے لگا ان دونوں کے درمیان سرمئی دھواں سا اٹھنے لگا ہو اور سارا منظر نامہ دھندلا گیا ہو۔

تالیہ نے پلکیں جھپک کے غور سے اسے دیکھنا چاہا لیکن دھواں گاڑھا ہو رہا تھا۔وہ فاتح کو ٹھیک سے پڑھ نہیں پا رہی۔

"کیا تم واقعی ٹھیک ہو؟" وہ نرم سی فکرمندی سے پوچھ رہا تھا۔تالیہ کی نظر اس کے عقب میں پھسلی۔فاتح کے عقب میں بنی اونچی کھڑکی کے بلائنڈز اٹھے ہوئے تھے۔پیچھے سبز لان دکھائی دے رہا تھا۔

لان کے وسط میں ایک سفید ہرن کھڑا تھا۔اتنا کورا سفید کہ ذرا سی گرد بھی اس کو میلا کر سکتی تھی۔اس کی بڑی بڑی سبز آنکھیں تالیہ پہ جمی تھیں۔وہ آنکھیں کچھ کہہ رہی تھیں۔ان کی تحریر پڑھنا مشکل تھا۔

"تالیہ؟" فاتح کی آواز پہ وہ چونکی۔وہ منتظر سا اسے دیکھ رہا تھا۔

"میڈیا....لوگ....حتیٰ کہ آپ کے اسٹافرز تک....سب میرے خلاف باتیں کر رہے ہیں۔میں ٹھیک کیسے ہو سکتی ہوں؟" اس کے انداز میں تلخی تھی۔چند لمحے قبل کی شگفتگی عنقا ہو چکی تھی۔

"آج سے کئی برس پہلے ہم امریکہ میں ایک قصہ سنا کرتے تھے۔اس عورت کا قصہ جس نے مک ڈونلڈز کو sue کیا تھا۔"

تالیہ کو اس قصے میں دلچسپی نہیں تھی۔وہ متلاشی نظروں سے کھڑکی کو دیکھنے لگی۔سفید ہرن اب وہاں نہیں تھا۔

"یاد ہے ایک زمانے میں امریکہ میں ایک عورت نے مک ڈونلڈز کو اس وجہ سے sue کیا تھا کہ وہ کافی کپ کے اوپر یہ کیوں نہیں لکھتے کہ کافی گرم ہے۔اور عدالت نے اس کے حق میں فیصلہ دیا۔مک ڈونلڈز نے دو ملین کا ہرجانہ ادا کیا۔صرف اس لیے کہ انہوں نے کپ پہ "گرم" نہیں لکھا تھا۔"

"میں نے یہ قصہ سن رکھا ہے۔" اس کی نظریں سبزہ زار میں اس ہرن کو تلاش کر رہی تھیں۔مگر وہ کہیں نہیں تھا۔

"قریباً سب نے سن رکھا ہے۔ایک احمقانہ مقدمہ۔یہ تو کامن سینس کی بات ہے کہ کافی گرم ہوتی ہے۔لکھنے کی کیا تُک

بنتی ہے؟ تعجب کی بات کہ وہ عورت مقدمہ جیت بھی گئی۔ اس زمانے میں امریکی میڈیا نے اس عورت کو بہت لعن طعن کیا تھا۔ اور لوگوں نے بھی کیونکہ یہ وہ کہانی تھی جو میڈیا نے انہیں سنائی۔ اپنی مرضی کا سچ۔ جانتی ہو اس عورت کی اصل کہانی کیا تھی؟''

تالیہ نے واپس فاتح کو دیکھا۔ ان کے دائرے کی روشنی مدھم ہو چکی تھی لیکن ابھی بجھی نہیں تھی۔ اس نے اپنی توجہ فاتح کے قصے کی طرف مبذول کرنی چاہی۔

''سچ یہ تھا کہ وہ ایک ستر سال کی بوڑھی عورت تھی جس نے ڈرائیو تھرو سے مک ڈونلڈز کی کافی لی تھی۔ اس کے بھانجے نے وہ کافی اسے تھمائی تو بوڑھی عورت نے اسے اپنی گود میں رکھا۔ مگر کافی چھلک گئی اور اس کی ٹانگوں کو بری طرح جلا گئی۔ وجہ؟ کیونکہ مک ڈونلڈز کی کافی..... فارن ہائیٹ جتنی گرم ہوتی تھی۔ کسی بھی دوسری کافی شاپ سے کئی گنا ابلتی ہوئی۔ مک ڈونلڈز کو اس وقت تک سات سو سے زیادہ شکایات آ چکی تھیں کہ آپ کی کافی بہت گرم ہوتی ہے۔ لیکن مک ڈونلڈز نے کان نہ دھرے۔''

وہ اداس مسکراہٹ کے ساتھ فاتح کو بولتے سنے گئی۔ کتنا عرصہ ہو گیا تھا اس کے قصے سنے ہوئے؟ چھ دن؟ یا چھ سال؟

''وہ عورت اتنی بری طرح جلی کہ بستر مرگ پہ آ گئی۔ اولاد کا روزگار ختم ہو گیا۔ اسے وہ دو ملین ڈالرز آخر میں ملے بھی نہیں۔ چند ہزار ڈالرز دے کر مک ڈونلڈز نے جان چھڑا لی۔ اور کیس ختم ہو گیا۔ لیکن capitalist میڈیا نے مجھے اور تمہیں وہ کہانی سنائی جو ان کے سرمایا دارانہ نظام کی منشا کے مطابق تھی۔ میڈیا کبھی نہیں بدلتا۔ میڈیا تمہارے اور میرے ساتھ آج بھی وہی کر رہا ہے جو اس وقت کافی سے جلنے والی بوڑھی عورت کے ساتھ کر رہا تھا۔''

''میڈیا کبھی میرا سچ نہیں دکھائے گا۔ مجھے اپنا سچ خود دکھانا ہو گا۔'' وہ تلخی سے مسکرائی۔ ''لیکن.... آپ کے ساتھ میڈیا کیا کر رہا ہے؟'' نا سمجھی سے پوچھا۔

فاتح نے گہری سانس لی اور پیچھے کو ہوا۔ ''ٹی وی کھول لو۔ سوشل میڈیا دیکھ لو۔ ہر جگہ وان فاتح تنقید کی زد میں ہوتا ہے۔'' اس نے مسکرا کے شانے اچکائے۔

''آپ اپنی جاب سے خوش نہیں ہیں؟'' اس نے اچھنبے سے سوال پوچھا۔ ''یہی تو آپ کا خواب تھا۔ یہی تو آپ چاہتے تھے' فاتح۔ پھر کیوں؟''

''اس کیوں کا سوال مجھے بھی ان چھ سالوں میں نہیں ملا۔'' فاتح نے پیچھے کو ٹیک لگائے اطراف میں اپنے شاہانہ آفس کے در و دیوار کو دیکھا۔ ''یہ ویسا نہیں ہے جیسا میں نے تصور کیا تھا۔ میں نے سوچا تھا' تالیہ.... میرے پاس میرے ملک کی باگ دوڑ ہو گی تو میں اس میں ملک کی بہتری کے فیصلے کروں گا۔ لیکن جب سے میں اس کرسی پہ آیا ہوں... مجھے اس کرسی کو بچانے کو

ترجیح دینی پڑتی ہے۔ اگر یہ کرسی چلی گئی تو میں کچھ نہیں کر پاؤں گا اس لیے پہلے کرسی۔ پھر کچھ اور۔"

"اور آپ پچھلے کئی سال سے اس کرسی کو بچا رہے ہیں۔ ہر طرف سے۔ ہر ایک کے ہاتھ سے۔" اس نے سمجھتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا۔ اس کا دھیان اپنے دائرے کی روشنی سے ہٹ چکا تھا۔

"لیکن میں نے ملک کے حالات دیکھے ہیں۔ آپ نے اچھے فیصلے بھی کیے ہیں' فاتح۔ آپ نے بہت اچھے قوانین بنائے ہیں۔"

"مگر یہ ویسا نہیں ہے جیسا میں چاہتا تھا۔ میں اس سے بہت زیادہ کرنا چاہتا تھا۔"

"مگر یہ لوگ آپ کو کچھ کرنے نہیں دے رہے۔ آپ کے دشمن بڑھتے جا رہے ہیں۔" وہ اس کا چہرہ پڑھ رہی تھی۔ "کبھی آپ نے سوچا کہ آپ کے دشمن آپ کے قریبی لوگوں کو بھی غداری کرنے پہ مجبور کر سکتے ہیں؟"

دائرہ اب بجھنے کے قریب تھا۔ روشنی کم ہوئی تو پردھان منتری کا اجنبی آفس نمایاں ہونے لگا۔ فاتح نے اس کی بات پہ چونک کے اسے دیکھا۔

"کھل کے کہو۔ کیا کہنا چاہ رہی ہو۔"

"یونہی کہہ رہی ہوں۔ مجھے آپ کے گرد کچھ ایسے لوگ نظر آ رہے ہیں جو آپ سے مخلص نہیں لگتے۔"

وہ اس کی آنکھوں سے نظریں ہٹائے بغیر کہہ رہی تھی۔

"اشعر میرے ساتھ کئی برس سے ہے۔ میں جانتا ہوں' اس نے تمہیں گرفتار کروایا ہے لیکن عصرہ اس کی بہن تھی....."

تالیہ نے پہلو بدلا۔ چھ سال کے فاصلے نے درمیان سے اعتماد کی وہ فضا غائب کر دی تھی جو سب کچھ کہنے دیتی تھی۔ کیا اب وہ فاتح سے کھل کے بات کر سکتی تھی؟

"میں اشعر کی بات نہیں کر رہی تھی۔ میرا مطلب تھا.... آپ کے گھر میں آنے جانے والے لوگ..."

"میرے گھر میں چند ملازم ہیں جن کی سیکیورٹی کلیئرنس کر کے انہیں رکھا گیا ہے۔ باقی میرے بچے ہیں' میشا ہے اور اشعر ہے۔" وہ حیران ہوا تھا۔

"میشا؟ وہ جولیانہ کی ٹیوٹر؟ وہ آپ کے گھر رہتی ہے؟" وہ چونک گئی۔

"ہاں۔ اس کا کچھ ذاتی مسئلہ چل رہا تھا تو جولیانہ اور میں نے اسے پیشکش کی کہ وہ کچھ دن ہمارے پاس قیام کر لے۔ کوئی بات ہے کیا؟"

"نہیں۔ ایسے ہی کہہ رہی تھی۔" اس نے سر جھٹک کے گہری سانس لی۔ اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ فاتح اس کا یقین نہیں کرے

گا،وہ جانتی تھی۔''میں چلتی ہوں۔آپ کی بریک ختم ہونے والی ہے۔''

ایک نظر اس نے دونوں کے درمیان حائل میز کو دیکھا۔

برسوں پہلے وہ اس کے ڈائیننگ ہال میں ایسی ہی میز کے گرد بیٹھی تھی۔اور اس سے پوچھا جارہا تھا کہ کیا گھائل غزال کی پینٹنگ اصلی ہے؟ اور اس نے مسکرا کے کہا تھا کہ ہاں،وہ اصلی ہے۔کیونکہ وہ جانتی تھی کوئی اس کا یقین نہیں کرے گا۔

پھر یہ منظر کتنی دفعہ دہرایا گیا تھا۔تالیہ مراد جھوٹی اور فریب کار عورت تھی۔وہ فاتح سے دل کی بات نہیں کہہ سکتی کیونکہ وہ اس کا یقین نہیں کرے گا۔کتنی ہی دفعہ فاتح نے اس کا یقین کیا تھا۔کتنی ہی دفعہ فاتح نے اس کا یقین نہیں کیا تھا۔مگر اب دونوں کے درمیان کئی سال کا فاصلہ بھی حائل تھا۔اب فاتح کے نزدیک اس کی بات کیسے معتبر ہو گی؟

''بس؟'' فاتح جیسے مایوس ہوا۔اور کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھی۔''ابھی میری بریک میں کچھ وقت ہے۔''

اور تالیہ نے سوچا کہ سارے کھیل وقت کے ہی تو تھے۔

اسے وقت ضائع کیے بغیر مڑنا تھا اور ہمیشہ کی طرح کچھ کہے بنا وہاں سے نکل جانا تھا۔

جیسے اس نے انہیں پہلی دفعہ نہیں بتایا تھا کہ گھائل غزال کی پینٹنگ نقلی ہے۔

جیسے اس نے فاتح کو نہیں بتایا تھا کہ اس کی فائل عصرہ نے چرائی تھی۔

جیسے اس نے یادداشت کھو دینے والے فاتح کو نہیں بتایا تھا کہ وہ دونوں کبھی وقت کے سفر پہ ساتھ گئے تھے۔

جیسے وہ فاتح کو کنویں پہ چھوڑ کے ایڈم کے ساتھ قدیم ملاکہ کے سفر پہ نکل گئی تھی۔

جیسے وہ ہمیشہ اپنی بات اسے نہیں کہہ پاتی تھی۔کیونکہ دل کہتا تھا،وہ کبھی سچی قرار نہیں دی جائے گی۔

''میں آپ کا وقت نہیں ضائع کرنا چاہتی۔'' اس نے سر کو خم دے کر سلام کیا۔

''تمہیں کیوں لگا کہ تمہارے لیے میرے پاس وقت نہیں ہو گا؟''

وہ تعجب سے بولا تھا۔تالیہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔

وہ پردھان منتری تھا۔وہ اس کے لیے وقت نکال رہا تھا۔پھر اس کی زندگی میں تالیہ کی جگہ کیسے نہیں تھی؟ وہ اس دن سے فاتح کو الزام دیتی آرہی تھی کہ وہ آگے بڑھ چکا ہے۔وہ بدل چکا ہے۔

کتنا عجیب احساس ہوتا ہے جب انسان پہ انکشاف ہو کہ اس ساری ایکویشن میں وہ خود ہی غلط جگہ کھڑا ہے؟ اس کا چیزوں کو دیکھنے کا زاویہ ہی غلط ہے؟ فاتح بن رامزل آگے نہیں بڑھا تھا۔تالیہ اس سے پیچھے کہیں رک گئی تھی۔وہ تالیہ کے اپنی طرف بڑھنے کا انتظار کر رہا تھا۔

''کیا اب بھی آپ کی زندگی میں میری جگہ ہے؟'' اس نے خود کو حیرت اور بے یقینی سے کہتے سنا۔

''اور تمہیں کیوں لگا کہ میری زندگی میں تمہاری جگہ ختم ہو چکی ہو گی؟''

وہ اطمینان سے اپنی کرسی پہ براجمان گردن اٹھائے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔

''میں سمجھی ...'' اس کے الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کے ادا ہونے لگے... ''آپ کے زخم بھر گئے ہوں گے۔ اور آپ آگے بڑھ چکے ہوں گے۔''

''کچھ لوگوں کو unlove کرنا ناممکن ہوتا ہے' تالیہ۔ ان کی جگہ زندگی سے کبھی ختم نہیں ہوتی۔ یہ میرے ہاتھ میں نہیں تھا۔'' وہ نرمی سے مسکرایا لیکن وہ اسی بے یقینی سے اسے دیکھتی رہی۔ (کیا اس نے کہا unlove؟ کیا اس نے واقعی یہ لفظ بولا تھا؟)

''میں چاہتا ہوں کہ تم کل رات میری فیملی کے ساتھ ڈنر کرو۔ میرے گھر پہ۔ میں تمہیں اپنے بچوں سے ملوانا چاہتا ہوں۔ اور یہ بھی دکھانا چاہتا ہوں کہ میرے گھر میں تمہاری جگہ ہمیشہ رہے گی۔''

اس کے الفاظ نے تالیہ مراد کو لا جواب کر دیا تھا۔ اس نے دھیرے سے اثبات میں گردن ہلائی۔ یہ اقرار تھا۔ یہ بہت تھا۔

''ایک بات پوچھوں؟''

''ہوں؟'' فاتح نے سوالیہ ابرو اٹھائی۔

''کیا سری پردھانہ میں کوئی سفید ہرن ہے؟''

''سفید ہرن؟'' وہ حیران ہوا۔ ''میں نے کبھی نہیں دیکھا۔''

''مگر میں نے دیکھا ہے۔'' وہ دل میں خود سے بولی۔

جب وہ باہر نکلی تو اس کا ذہن الجھا ہوا تھا۔

اگر فاتح کی زندگی میں اس کی جگہ تھی تو وہ اس رشتے سے ناامید کیوں تھی؟ وہ تالیہ مراد تھی۔ وہ کبھی ہمت نہیں ہارا کرتی تھی۔ اس کی ایکوئیشن میں کیا غلط تھا؟

سری پردھانہ کی راہداری میں آگے بڑھتے ہوئے ایک عجیب سے سوال نے اندر سر اٹھایا۔

کیا تالیہ مراد کی زندگی میں وان فاتح کی جگہ تھی؟

اس سوال کا جواب اسے اپنے اندر ڈھونڈنا تھا لیکن اس سے پہلے ایک کام کرنا تھا۔ اسے ملاکہ جانا تھا۔ اور اپنی آنکھوں سے دیکھنا تھا کہ کیا وہاں واقعی کوئی خط اس کا منتظر تھا؟ وہ اب اپنے خواب کے پورا ہونے کا انتظار نہیں کر سکتی تھی۔ اسے اس

خواب کی تعبیر خود ڈھونڈنی تھی۔

تالیہ مراد کا ماضی ایک دفعہ پھر اسے پکار رہا تھا۔

☆☆=========☆☆

دوپہر اپنے جوبن پہ تھی لیکن اس شاپنگ مال کے اندر چمکتی دیواریں اتنی اونچی تھیں کہ باہر کے موسم کا کچھ علم نہ ہوتا تھا۔ مال کے اندر رنگوں اور روشنیوں کی ایک نئی دنیا آباد تھی۔ لوگ سارے مہینے کی محنت ان چمکتی راہداریوں میں لٹانے آئے کھڑے تھے۔

ایسی ہی ایک مرمریں راہداری میں ایڈم کھڑا تھا۔ اس کے ساتھ اس کی چھوٹے بالوں والی اسسٹنٹ' کندھے سے اسٹریپ والا بیگ لٹکائے' ہاتھ میں دو فونز پکڑے کھڑی تھی۔ وہ دونوں ایک شاپ کے سامنے موجود تھے اور ایڈم رک کے موبائل پہ کچھ دیکھ رہا تھا۔

''باس؟'' منتظر سی صوفی نے پکارا۔

''برانڈڈ جیولری اسٹور ہونے کا فائدہ یہ ہے' صوفی.... کہ چھ سال بعد بھی آپ کی دکان اسی جگہ موجود ہوتی ہے۔'' اس نے مسکرا کے سامنے والی شاپ کی طرف اشارہ کیا۔

''آپ کے خیال میں آپ درست سمت میں جا رہے ہیں' باس؟'' صوفی نے بغور اسے دیکھا۔

''آف کورس۔ چھ سال پہلے.... اپنی موت سے کچھ دن قبل.... عصرہ محمود نے اپنے کارڈ سے ایک معمولی سی ادائیگی اس اسٹور پہ کی تھی۔ اتنی کم رقم میں اس اسٹور کی معمولی سی انگوٹھی بھی نہیں آسکتی۔ اگر ہم اس رقم کا پتہ لگا لیں تو....''

''میں تالیہ مراد کی بات کر رہی ہوں۔ آپ کبھی کسی کے لیے پی کیپ پہن کے شاپنگ مال میں تفتیش کرنے نہیں آئے۔''

وہ ایک دم چپ ہو گیا۔ پی کیپ اور گلاسز پہنے' وہ جینز اور شرٹ میں ملبوس' عام لوگوں کے درمیان پہچانا نہیں جا رہا تھا۔

''تالیہ کا کیس اس وقت سب سے زیادہ بکنے والی چیز ہے۔'' ایڈم نے سرسری انداز میں کندھے اچکائے۔ ''اور تمہیں جاب پہ رکھنے سے پہلے ایک زمانے میں' میں ایسی کئی تحقیقات کر چکا ہوں۔''

''مگر اب تو نہیں کرتے نا۔ اتنے سالوں سے ایسا کچھ نہیں کیا۔ اب اس کے لیے کر رہے ہیں۔ کیا تالیہ مراد اتنا وقت اور توانائی صَرف کیے جانے کی حقدار ہے؟'' وہ جتانے والے انداز میں کہہ کے آگے بڑھ گئی۔ ایڈم نے بھنویں بھینچ کے اسے دیکھا۔ اور ہونہہ کہہ کے سر جھٹکا۔

''جی ہاں۔ مسز عصرہ بنت محمود ہمارے اسٹور کی بہت پرانی کسٹمر تھیں۔''

وہ کچھ دیر بعد اس قیمتی نگینوں سے چمکتے اسٹور کے اندر رکھے مخملیں صوفوں پہ براجمان تھے اور سامنے بیٹھا مینیجر بتا رہا تھا۔صوفی آگے ہو کے بیٹھی ایک ایک بات نوٹ کیے جا رہی تھی۔ایڈم البتہ ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔چھت کی تیز سفید روشنیاں اس کے سنجیدہ چہرے پہ پڑ رہی تھیں۔وہ صوفی کی بات پہ قدرے ڈسٹرب ہو گیا تھا یہ صاف ظاہر تھا۔

''وہ زیورات کی شوقین خاتون تھیں۔اکثر ہمارے ہاں سے زیورات خریدا کرتی تھیں۔میں خود انہیں ڈیل کرتا تھا۔'' مینیجر بات کرتے کرتے رکا۔ایک سوٹ میں ملبوس اسٹور کا ملازم اس کے پاس آیا' اور ایک پرنٹڈ پیپر اس کی طرف بڑھایا۔

''سر.... یہ وہ بل ہے جو ایڈم صاحب نے مانگا تھا۔'' وہ جانے کی بجائے مینیجر کے صوفے کے پیچھے ہاتھ باندھے کھڑا ہو گیا۔

مینیجر نے عینک لگا کے کاغذ کو پڑھا' پھر اس کی طرف بڑھایا۔

''یہ رہی اس رقم کی تفصیل جو انہوں نے آخری دفعہ یہاں ادا کی تھی۔''

ایڈم نے تیزی سے کاغذ پکڑا اور نظریں سطور پہ دوڑائیں۔وہ ایک ان وائس کی کاپی تھی۔اس کے مطابق عصرہ محمود نے وہ معمولی رقم ایک نیکلیس کے پتھر ہٹا کے اس کو تولنے کے لیے ادا کی تھی۔یہ ایک ڈائمنڈ نیکلیس تھا جس کے زمرد ہٹا کے اس کی قیمت لگائی گئی تھی۔

''کیا آپ کو یاد ہے وہ اس سیٹ کی قیمت کیوں لگوانی چاہتی تھیں؟'' ایڈم نے چہرہ اٹھا کے مینیجر کو دیکھا۔کنکھیوں سے اس نے دیکھا کہ وہ ملازم لڑکا وہیں کھڑا تھا۔وہ مسلسل ایڈم کو دیکھ رہا تھا۔

''انہوں نے بتایا نہیں تھا لیکن لوگ قیمت صرف ایک وجہ سے لگواتے ہیں۔''

''زیورات بیچنے کے لیے۔'' صوفی تیزی سے بولی۔

''جی بالکل۔'' مینیجر کے پیچھے کھڑے لڑکے نے پر جوش انداز میں تائید کی۔وہ پھر سے ایڈم کو دیکھنے لگا۔

''کیا آپ کے پاس اس روز کی سی سی ٹی وی ریکارڈنگ ہوگی؟''

''سی سی ٹی وی زیادہ سے زیادہ چھ ماہ تک رکھی جاتی ہے۔چھ سال بہت لمبا عرصہ ہے۔سوری۔''

''مجھے اندازہ تھا۔خیر.... اس ان وائس میں ان تینوں ڈائمنڈز کا سرٹیفیکیٹ نمبر بھی لکھا ہے جو اس سیٹ میں جڑے تھے۔'' ایڈم بل کو غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔''کیا آپ مجھے اس ہیرے کا ریکارڈ نکال کے دے سکتے ہیں؟ میرا خیال ہے مسز عصرہ نے وہ سیٹ کسی کو بیچا تھا۔اس شخص نے آگے بیچا ہو گا۔بغیر سرٹیفیکیٹ کے وہ اسے آگے نہیں بیچ سکتا۔''

''جی۔فنگر پرنٹ کی طرح ہر ہیرے کا سرٹیفیکیٹ نمبر ہوتا ہے جو لیزر کی مدد سے اس ہیرے پہ لکھا گیا ہوتا ہے اور عام آدمی

کو نظر نہیں آتا۔ میں چیک کر کے بتاتا ہوں۔'' مینیجر ساتھ رکھی میز کی طرف گھوما اور کی بورڈ پہ تیز تیز ٹائپ کرنے لگا۔'' وہ ہیرا دنیا میں جہاں بھی ہوگا' مل جائے گا۔ میں متعلقہ اداروں کو ای میل کر رہا ہوں۔ جیسے ہی جواب آئے گا' میں آپ کو مطلع کر دوں گا۔ ہمارے ریکارڈ میں اس سیٹ کی تصویر بھی ہے۔ وہ بھی میں آپ کو میل کر رہا ہوں۔ ہمارا ہر سیٹ یونیک ہوتا ہے۔ ایک ڈیزائن صرف ایک دفعہ بنتا ہے۔'' مینیجر تیزی سے انگلیاں چلاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ وہ نوجوان ہنوز وہیں کھڑا تھا۔

''اس دن مسز عصرہ کو جس سیلز مینیجر نے ڈیل کیا تھا.....'' اس نے پوچھتے ہوئے بل سے نام پڑھا۔'' نور جازلان... کیا میں اس سے مل سکتا ہوں؟''

''جی سر۔ وہ میں ہی تھا۔'' مینیجر نہایت ذمہ داری سے بتا رہا تھا۔'' اور مجھے یاد ہے وہ دن۔ وہ اپنا ڈائمنڈ سیٹ لے کر آئی تھیں اور اس کی قیمت لگوانا چاہتی تھیں۔''

''کوئی ایسی بات.... کوئی چھوٹی سی بات جو آپ کو اس دن سے متعلق یاد ہو؟''

سامنے کھڑے لڑکے کا دیکھنا اسے کوفت میں مبتلا کر رہا تھا۔ مگر وہ اسے نظر انداز کر کے مینیجر سے بات کرتا رہا۔

''وہ اس دن خاموش خاموش سی تھیں۔'' مینیجر سوچ کے بتانے لگا۔'' کچھ خاص نہیں بولی تھیں۔ انہوں نے سیٹ کی قیمت لگوائی اور پھر وہ دونوں چلے گئے۔''

''دونوں؟''

''ایک آدمی تھا ان کے ساتھ۔ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا میں نے اسے۔''

''اس کا کوئی نام.... کوئی شناخت... کچھ یاد ہے آپ کو؟'' ایڈم تیزی سے بولا۔

''نہیں سر.... اتنی پرانی بات ہو چکی ہے۔ مجھے تو اس کی شکل بھی ٹھیک سے نہیں یاد۔'' مینیجر بےچارگی سے بولا۔

''خیر۔ جہاں اس نے ہیرے بیچے ہیں وہاں سے اس کا ریکارڈ نکل آئے گا۔'' ایڈم نے خود کو تسلی دی۔ صوفی نے گہری سانس لے کر اسے افسوس سے دیکھا اور نوٹ پیڈ پہ کچھ لکھنے لگی۔ وہ بھی سر جھکا کے اپنے موبائل پہ میسج دیکھنے لگا۔

مینیجر کو ای میل موصول ہوئی تو اس نے ان دونوں کو مخاطب کیا۔'' او کے... اس ڈائمنڈ سیٹ کا پتہ چل گیا ہے۔''

''گڈ... وہ اب کس کی ملکیت ہے؟'' ایڈم تیزی سے سیدھا ہو کے بیٹھا۔

''وہ سسٹم میں ابھی تک عصرہ محمود کے نام پہ رجسٹرڈ ہے۔'' وہ اسکرین کو دیکھ کے بتانے لگا۔

ایک دفعہ پھر بند گلی۔ ایڈم نے کوفت سے آنکھیں بند کیں۔

''کیا مطلب؟'' صوفی نے تعجب سے ایڈم کو دیکھا۔'' وہ سیٹ عصرہ نے بطور اجرت اس شخص کو دیا ہوگا۔ وہ چھ سال سے

اس سیٹ کو سنبھالے کیوں پھر رہا ہے؟''

''اونہوں۔ وہ اسے بیچ چکا ہوگا۔ بلیک مارکیٹ ذرا کم قیمت پہ۔ یا اس نے ہیروں کے لیزر نمبرز مٹوا دیے ہونگے۔ ان کرمنلز کے پاس اب یہ ٹیکنالوجی موجود ہے۔'' ایڈم نے کنپٹی چھوئی۔ ایک لمحے کے لیے اسے کتنی امید لگ گئی تھی۔ اسے لگا یہاں سے کوئی سرا اس کے ہاتھ آئے گا اور وہ تالیہ کو بچا لے گا۔ لیکن.... سارے کھرے وقت کی دھول میں مٹ چکے تھے۔

''ہمیں افسوس ہے کہ ہم آپ کی مدد نہیں کر سکے۔'' وہ اٹھا تو مینیجر اور صوفی بھی ساتھ ہی کھڑے ہوئے۔

''کوئی بات نہیں۔ آپ نے اپنا وقت ہمیں دیا۔ یہ بہت ہے۔'' وہ جبراً مسکرایا۔ وہ نوجوان اب دانت نکوستا ایڈم کو دیکھ رہا تھا۔

''کیا آپ کوئی جیولری دیکھنا پسند نہیں کریں گے؟'' مینیجر نے مسکرا کے قریبی شوکیس کی طرف اشارہ کیا۔

ایڈم نے ایک نظر سامنے قطار در قطار دور تک پھیلے شوکیسز پہ ڈالی اور پھر سنجیدگی سے مینیجر کو دیکھا۔

''نہیں۔ تھینک یو۔ مجھے ہیرے جڑے کف لنکس، ٹائی پن یا گھڑیوں کا شوق نہیں ہے۔ میری جنریشن کے لوگ پتھروں کی نسبت ''ایکسپیرینس'' پہ پیسا خرچ کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔''

''میرا مطلب تھا.... کوئی تو ایسا ہوگا آپ کی زندگی میں جسے آپ ہیرا تحفے میں دینا چاہیں گے۔'' مینیجر خوشگوار لہجے میں ابرو اٹھا کے بولا۔ صوفی نے بھی مسکراہٹ چھپا کے ایڈم کو دیکھا۔

''وہ اب ہیروں سے خوش نہیں ہوتی۔ اس کے پاس سارے زمانے کے جواہرات ہیں۔'' پھر مینیجر سے مصافحہ کیا اور آگے بڑھ گیا۔ وہ نوجوان تیزی سے اس کے پیچھے لپکا۔

ایڈم کے ساتھ چلتی صوفی کھنکھاری۔ ''آپ کیا کر رہے ہیں باس؟''

وہ سر جھکائے موبائل پہ ٹائپ کرتے ہوئے بولا۔ ''چے تالیہ کو اس سیٹ کی تصویر بھیج رہا ہوں تاکہ وہ وان فاتح سے پوچھے کہ یہ سیٹ عصرہ کی ملکیت میں ہے یا نہیں۔ امید ہے یہ سیٹ انہیں کئی برس سے نظر نہیں آیا ہوگا۔''

''آپ اپنی زندگی کے ساتھ کیا کر رہے ہیں؟''

''میں ایک دوست کی مدد کر رہا ہوں۔''

''وہ صرف دوست نہیں ہے۔ یقیناً کسی وجہ سے آپ دونوں کا تعلق ٹوٹ گیا تھا لیکن جس طرح آپ اس کی مدد کر رہے ہیں، آپ کو پھر سے تعلق جوڑنے کی امید ہے۔''

''مجھے نہیں معلوم۔'' اس نے سادگی سے شانے اچکائے۔ وہ دونوں اب اسٹور کے دروازے تک پہنچ گئے تھے۔

''تو پھر معلوم کریں اور کھل کے اسے سب بتا دیں۔''

''اس سے کیا ہوگا؟'' وہ تلخی سے ہنسا۔

''پھر آپ کو کوئی پچھتاوا نہیں رہے گا۔ اور سنیں باس.... ساری دنیا امید پہ ہی تو قائم ہے۔ اور اپنے فائدے کے لیے ہم سب کو لڑنا پڑتا ہے۔ قسمت وغیرہ کچھ نہیں ہوتی۔ انسان کو وہی ملتا ہے جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے' ہاں۔''

دروازہ کھولنے سے پہلے ایڈم ایک دم واپس گھوما۔ وہ نوجوان جو ان سے ذرا فاصلے پہ رکا کھڑا تھا' گڑبڑا گیا۔

''جی؟'' ایڈم نے تحمل سے ابرو اٹھا کے پوچھا۔

''وہ سر... میں...'' وہ ہکلا گیا۔ رنگت سرخ پڑ گئی۔ صوفی نے گہری سانس لی اور آگے بڑھی۔

''آپ ادھر کھڑے ہو جائیں۔ میں آپ دونوں کی تصویر بنائے دیتی ہوں۔ باس۔ باس!'' اسے آنکھ سے اشارہ کیا۔

''اوہ۔'' وہ اس سارے میں ایسا الجھا تھا کہ اسے بھول گیا تھا کہ وہ نوجوان اسے ایسے کیوں دیکھ رہا تھا۔ وہ بے چارہ فین تھا۔ ایڈم قدرے مسکرایا تو اس کو حوصلہ ہوا۔ وہ خوشی خوشی اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔ صوفی نے اپنے فون سے دونوں کی تصویر کھینچی۔ پھر ایڈم نے اس سے ہاتھ ملایا۔ وہ فین مومنٹ میں بالکل کچھ بول نہیں پا رہا تھا۔

''تھینک یو' سر... میں آپ کا شو بہت شوق سے دیکھتا ہوں۔'' وہ جذبات سے بے قابو ہوئے بدقت بول پایا۔

''بہت شکریہ۔'' ایڈم نے سر کو جنبش دے کر کہا اور مڑ گیا۔ اپنے پیچھے اس نے سنا' وہ صوفی سے تصویر اپنے فون میں منتقل کرواتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''میں آج کے دن کو ساری زندگی یاد رکھوں گا۔''

ایڈم بن محمد کے قدم وہیں جم گئے۔ وہ آہستہ سے مڑا اور تعجب سے اس نوجوان کو دیکھا۔

''کیوں؟ تم اس دن کو کیوں یاد رکھو گے؟''

''کیونکہ....'' وہ نروس سا مسکرایا۔ صوفی کو دیکھا پھر اس کو۔ ''کیونکہ آپ سلیبریٹی ہیں۔ آپ... لائیک... مشہور ہیں اور...''

''باس؟'' صوفی نے آنکھیں گھما کے اسے دیکھا۔

''مینیجر صاحب...'' وہ بلند آواز میں کہتا واپس اسٹور میں آیا۔ بہت سے لوگ ہاتھ روک کے اسے دیکھنے لگے۔ ایڈم نے پی کیپ اتاری اور واپس اسی صوفے پہ بیٹھا۔

''مجھے آپ سے ایک اور فیور چاہیے۔ اور مجھے امید ہے کہ اس کے بعد میں آپ کے ڈائمنڈز خریدنے کے لیے متفق ہو جاؤں گا۔'' وہ بازو صوفے کی پشت پہ پھیلا کے مسکرا کے بولا۔ مینیجر مسکرا کے واپس اس کی طرف آیا۔

اس کی سب سے بڑی طاقت سلیبریٹی ہونا تھی۔اور آج اسی شے نے ایڈم بن محمد کو کامیابی دلانا تھی۔

☆☆==========☆☆

جونکر اسٹریٹ کی رونق اس سہہ پہر ویسی ہی تھی۔بادل سارے ملاکہ پہ چھائے تھے اس لیے وہاں ٹھنڈی سی چھایا تھی۔

ایسے میں سڑک کنارے ایک ٹیکسی رکی اور سفید ہیٹ والی تالیہ مراد باہر نکلی۔

اس کے سامنے سڑک کا وہ حصہ تھا جہاں سے وہ چھ سال بعد اپنی دنیا میں واپس آئی تھی۔

کتنی ہی دیر وہ وہیں کھڑی رہی۔پھر ہمت کر کے دھیرے دھیرے قدم اس جانب اٹھائے۔جامنی فراک کا گھیرا ٹخنوں کے قریب ہوا سے پھڑپھڑا رہا تھا۔اور سنہری چین والا پرس کندھے سے لٹک رہا تھا۔انگلیاں باہم مروڑتی وہ اس مین ہول کے کنارے آئی۔پھر پنجوں کے بل وہاں بیٹھی۔چند لمحے وہ اپنے دل کی دھڑکن سنتی رہی۔

مین ہول کے ڈھکن میں ایک کاغذ کا کونا پھنسا نظر آرہا تھا۔کنارے سے ایک جگہ سیمنٹ اکھڑی تھی تو وہاں برہنہ گیلی مٹی نظر آتی تھی جس میں ایک کونپل اگی تھی۔اس کونپل پہ ایک تتلی بیٹھی تھی۔تتلی سیاہ تھی اور اس پہ پیلے دھبے تھے۔یا شاید وہ پیلی تھی اور دھبے سیاہ تھے۔

تالیہ نے ہاتھ اس جانب بڑھائے تو تتلی اڑ گئی۔اس نے تتلی کا تعاقب نہیں کیا۔بس ہمت کر کے ڈھکن ذرا سا اٹھایا اور لفافہ نکالا۔پھر ہاتھ سے اس پہ لگی گرد اور ریت جھاڑی۔

''پتری تاشہ بنت مراد کے نام۔''

خط کا لفافہ سفید تھا۔زردی مائل سفید۔کاغذ قدیم زمانے کا بنا لگتا تھا۔اس پہ تاریخ اس دن سے ایک ماہ بعد کی لکھی تھی جب وہ ایڈم اور فاتح کے ساتھ قدیم ملاکہ سے نکلی تھی۔جب مراد راجہ نے فاتح کو وہ کاری زخم پہنچایا تھا۔

تالیہ نے انگلیوں پہ گنا۔یہ اس کے قدیم ملاکہ سے نکلنے کے ایک ماہ بعد لکھا گیا تھا۔

وہ لفافہ اٹھائے کھڑی ہوئی۔اسے چاک کرنے کی ہمت نہ تھی۔اس پہ لگی مہر سلطنت محل کی تھی۔سلطان مراد راجہ کی مہر۔کیا وہ واقعی اس کے ماضی کی بازگشت تھا؟ کیا اُس دنیا سے اِس دنیا میں خط بھیجنا ممکن تھا؟

تالیہ کو احساس ہوا کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔وہ تیزی سے الٹے قدموں گھومی۔

گلی میں غیر شناسا لوگ آجا رہے تھے۔بظاہر کوئی اس کی طرف متوجہ نہ تھا۔وہ سر جھٹک کے آگے بڑھنے لگی۔

کوئی اس کا تعاقب کر رہا ہے۔یہ احساس پھر سے ہونے لگا لیکن وہ بظاہر اطمینان سے قدم اٹھاتی رہی۔ایک دوسری اسٹریٹ میں مڑتے ہوئے وہ تیزی سے پلٹی۔کوئی سیاہ لبادے میں موجود تھا اور تیزی سے دوسری گلی کی اوٹ میں روپوش ہوا

تھا۔

تالیہ تیز قدموں سے اس طرف بھاگی۔ اس کا ہیٹ نیچے گر گیا لیکن وہ دوڑ کے اسٹریٹ کے دوسرے سرے تک آئی۔

سیاہ لبادے میں موجود شخص کی اس کی جانب پشت تھی۔ اس نے آہستہ سے چہرہ موڑا۔ وہ چہرہ دیکھ کے تالیہ ساکت سی کھڑی رہ گئی۔ اسے چند لمحے لگے تھے اسے پہچاننے میں۔

''لیانہ!'' وہ بے یقینی سے بولی تو لیانہ صابری ہلکا سا مسکرائی۔ وہ دونوں گلی کے سرے پہ کھڑی ایک دوسرے کو دیکھ رہی تھیں۔ لیانہ مسکرا کے اور تالیہ ششدر سی ہو کے۔

''اوہ نو.... داتن!'' وہ ایک دم ہنسی اور آگے بڑھ کے اس کے گلے لگ گئی۔ پھر اسی تحیر سے الگ ہوئی اور سر سے پیر تک اسے دیکھا۔

''تم.... تم داتن ہو نا؟'' وہ واقعی بے یقین تھی۔

لیانہ صابری کے بال ویسے ہی گھنگھریالے تھے اور لباس ڈھیلا ڈھالا سا سیاہ رنگ کا تھا۔ لیکن وہ ایک دبلی پتلی جسامت کی عورت میں بدل چکی تھی۔ وزن کم ہونے کے باعث اس کی صحت خوشگوار اور عمر کم لگ رہی تھی۔

''ہاں۔ اور مجھے تمہارا میسج مل گیا تھا۔'' وہ مسکرا کے بولی۔ تالیہ نے ایک دفعہ پھر اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا۔

''میرے پاس پوچھنے کے لیے بہت سی باتیں ہیں... مگر.... پہلے یہ بتاؤ... تمہارا وزن کیسے کم ہوا؟''

''بس تالیہ... بہت فاقے کاٹے... روز گھنٹوں ورزش کی... میٹھا چھوڑ دیا... کاربز کو خدا حافظ کہہ دیا... پھر کہیں جا کے وزن کم ہوا۔''

تالیہ نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

''تم جھوٹ بول رہی ہو۔''

''ظاہر ہے میں جھوٹ بول رہی ہوں۔ sleeve gastrectomy کروائی ہے۔ (ایسا آپریشن جس میں معدہ کاٹ کے چھوٹا کر دیا جاتا ہے۔)'' وہ مسکراتے ہوئے کندھے اچکا کے بولی تو تالیہ ہنس دی۔

''تم نہیں بدلو گی، داتن۔''

''اور کسی انسان کی اس سے بڑی اچھائی کیا ہو سکتی ہے کہ وہ بدلنے والا نہ ہو۔ ہوں؟'' داتن پدو کا تفاخر سے مسکرائی۔ تالیہ نے پیار سے اسے دیکھا۔

''آؤ وہاں بیٹھتے ہیں۔'' اس نے اسٹریٹ سائیڈ بچھی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔ ''بہت سی باتیں ہیں جو مجھے تم سے

پوچھنی ہیں۔"

"اور مجھے تم سے صرف یہی پوچھنا ہے کہ تم کہاں تھیں' تالیہ؟ اتنے برس میں نے تمہیں کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا۔" داتن کے انداز میں اپنائیت بھرا غصہ در آیا۔ وہ ہنس دی اور سڑک پہ گرا اپنا ہیٹ اٹھایا۔

"داستان لمبی ہے۔ تم داستان سننے ہی آئی ہو نا تو بیٹھ کے سنو۔" وہ دونوں سڑک کنارے بچھی کرسیوں کی طرف چلی گئیں۔ تالیہ نے ہاتھ سے ویٹر کو اشارہ کیا۔ اسے داتن کو یہ داستان کافی کے چند ادوار کے ساتھ سنانی تھی۔

☆☆=========☆☆

تیز بتیوں سے روشن جیولری اسٹور میں اس وقت ایڈم کے سامنے چار پانچ افراد بیٹھے تھے۔ سب اسے بغور سن رہے تھے جو ہاتھ ہلاتے ہوئے آہستہ آہستہ سمجھانے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"آپ چار لوگ وہ ہیں جو چھے سال سے یہاں جاب کر رہے ہیں۔ آپ چاروں اس دن شاپ میں موجود تھے جب مسز عصرہ آئی تھیں۔"

"جی بالکل۔ مجھے یاد ہے۔ مگر ہم میں سے کسی کی ان سے بات نہیں ہوئی تھی۔"

"آپ ایک برانڈڈ اسٹور ہیں۔ آپ کے پاس آنے والے گاہک صرف وہ ہوتے تھے جن کے پاس پیسے کی فراوانی ہو۔ یہاں عام آدمی نہیں آتا۔ شہر کے کتنے امراء یہاں روز آتے ہوں گے لیکن آپ کو نہیں یاد ہو گا کہ چھے برس پہلے یہاں کون کون آیا۔ البتہ عصرہ محمود آپ کو یاد ہیں حالانکہ وہ اتنی امیر نہیں تھیں۔"

"بالکل۔" ایک سیلز آفیسر بولا۔ "آخری سال تک تو ان کے مالی حالات بہت خراب تھے۔ جس زمانے میں یہ ہیروں کا سیٹ انہوں نے ہم سے لیا تھا اس بات کو بھی کئی برس ہو چکے تھے۔ مگر ان کی آمد کا دن مجھے اچھے سے یاد ہے۔ ایک ایک تفصیل کے ساتھ۔"

"جی بالکل۔ اور آپ کو معلوم ہے ایک زمانے میں میں وان فاتح کے پاس ملازمت کرتا تھا۔" ایڈم مسکرا کے بولا۔

"جی۔ آپ ان کے باڈی گارڈ تھے۔" پیچھے کھڑا فین نوجوان تیزی سے بولا۔

"باڈی مین۔" ایڈم نے ضبط سے تصحیح کی۔ "اور مجھے اپنی جاب کا پہلا دن اچھے سے یاد ہے۔"

(اور وہ دن وہ کیسے بھول سکتا تھا؟ اسی دن تو سب شروع ہوا تھا۔ تنگو کامل کا گھر.... ان کی ملازمہ.... عصرہ کا دیا سکہ....)

"مجھے وہ دن اس لیے یاد ہے کہ اس دن میں ایک سلیبریٹی سے پہلی دفعہ ملا تھا۔ ہمیں امیر لوگ بھول جاتے ہیں' خوبصورت لوگ بھی ہماری یادداشت سے دھندلا جاتے ہیں' لیکن کسی بھی شخص کو روک کے پوچھیں کہ کیا کبھی وہ کسی سلیبریٹی

سے ملا ہے تو وہ اس دن کا پورا نقشہ آپ کے سامنے کھینچ دے گا۔ جب اس نے مارکیٹ میں کسی ایکٹر یا سنگر کو دیکھا۔ کپڑے' جوتے' موسم.... ایک ایک لفظ جو سلیبریٹی کے منہ سے نکلا.... لوگوں کو وہ سب یاد رہتا ہے۔'' ایڈم پر جوش انداز میں کہہ رہا تھا۔

''اور لوگ اس یاد کو محفوظ کرنے کے لیے کیا کرتے ہیں؟ وہ سلیبریٹی کے ساتھ تصویر کھنچواتے ہیں۔ اب بتائیے.... کیا کسی نے اس دن ان کے ساتھ تصویر کھنچوائی تھی؟ اور اگر کھنچوائی تھی تو لوگوں کو کہیں دکھائی ہو گی۔ فیس بک یا ٹوئیٹر پہ۔''

یہ ممکن نہیں تھا کہ عصرہ محمود شاپ میں داخل ہو اور کوئی اس کے ساتھ سیلفی نہ لے اور اسے اپ لوڈ نہ کرے۔ چند منٹ میں اس کے سامنے آٹھ تصاویر آ گئیں جو یہاں کام کرنے والے اور یہاں سے کام چھوڑ جانے والے ملازمین کے فیس بک سے اٹھائی گئی تھیں۔

عصرہ ہر تصویر میں مسکرا رہی تھی لیکن وہ تکان زدہ لگتی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بیگ تھا جس کے اندر یقیناً وہ سیٹ ہو گا۔ صرف ایک تصویر ایسی تھی جس میں وہ صوفے پہ بیٹھی تھی اور ملازم نے پیچھے کھڑے ہو کے سیلفی بنائی تھی۔ اس کے ساتھ بیٹھے شخص کا نیم رخ اس تصویر میں واضح نظر آ رہا تھا۔

اس کے چہرے پہ واضح زخم کا نشان تھا۔ بال گھنگھریالے تھے۔ تصویر کافی حد تک قابل شناخت تھی۔

جو ہمیں کرنا آتا ہے' وہ ہمیشہ ہمارے کام آتا ہے۔ وہ گہری سانس لے کر بڑبڑایا۔

اتنے دن سے وہ غلط لوگوں کو ڈھونڈ رہا تھا۔ فلاں دکان' فلاں کافی شاپ۔ وہ بھری مارکیٹ میں لوگوں سے غلط سوال پوچھ رہا تھا۔ اور اسے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔

اسے صرف ان دکانداروں سے پوچھنا تھا کہ کیا انہوں نے کبھی عصرہ محمود کو یہاں آتے دیکھا ہے؟ اور ہر شخص کے پاس سنانے کو ایک فین مومنٹ سے بھری کہانی ہوتی۔ کتنی ہی سیلفیاں نکل آتیں۔ ساری کڑیاں مل جاتیں۔

ایڈم نے گہری سانس لی اور وہ تصویر تالیہ کو بھیجی۔

''وان فاتح سے پوچھ کے بتائیں.... کیا وہ اس شخص کو جانتے ہیں؟ اور بے تالیہ.... جب آپ ملاکہ سے واپس آئیں گی تو میں آپ کے پاس آؤں گا۔ مجھے آپ سے ایک اہم بات کرنی ہے۔'' اس نے وہ پیغام بھیج دیا اور ایک تھکی ہوئی سانس خارج کی۔

☆☆=========☆☆

سڑک کنارے بچھی کرسیوں پہ وہ آمنے سامنے بیٹھی تھیں۔ کافی کے کپ سامنے رکھے تھے اور فضا میں روسٹ ہوئے کافی

بینز کی مہک پھیلی تھی۔ تالیہ کا ہیٹ اب میز پہ رکھا تھا۔ کافی کا دوسرا دور چل رہا تھا اور باتیں ختم ہونے کو نہیں آ رہی تھیں۔

''میں نے اتنے سال تمہیں اتنا تلاشا' تالیہ۔ لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ تمہارے وہ سال کہیں گئے ہی نہیں تھے۔'' داتن اس کی کتھا سن کے حسرت سے ٹھنڈی آہ بھر کے بولی۔'' کاش یہ آپشن میرے پاس بھی ہوتا۔ زندگی کو pause کرنے کا۔''

''یہ آپشن نہ ہونا ہی اچھا ہے۔ خیر تم بتاؤ..... تم پولیس کو مطلوب تو نہیں ہونا؟''

''نہیں۔ میں آزاد ہوں۔ میرے پیچھے کوئی نہیں ہے۔'' وہ آنکھیں گھما کے مسکرائی تو تالیہ نے غور سے اسے دیکھا۔

''تم نے وہ زندگی نہیں چھوڑی' داتن؟'' اسے جیسے افسوس ہوا۔

''میرے پاس خاموش رہنے کا حق ہے۔'' داتن نے مسکرا کے کندھے اچکا دیے۔ تالیہ نے سر جھٹکا اور کافی کا کپ اٹھا لیا۔ بدلنے کا فیصلہ تالیہ نے کیا تھا۔ داتن نے نہیں۔

''تم فاتح سے ملیں؟''

''ہاں۔ کئی دفعہ۔'' وہ عام سے انداز میں بولی۔ نظریں کافی کے کپ پہ جھکی تھیں۔ ''صبح بھی میں ان کے ساتھ تھی۔''

''سب کیسا ہے تمہارے درمیان؟'' داتن اس کا چہرہ پڑھنا چاہ رہی تھی۔

''معلوم نہیں۔ میں یہ دیکھنے گئی تھی کہ ان کی زندگی میں میری جگہ ہے یا نہیں۔ مگر اب سوچ رہی ہوں کہ کیا میری زندگی میں ان کی جگہ ہے؟'' وہ گھونٹ بھرتے ہوئے دور تک بچھی میز کرسیوں کی قطار کو دیکھنے لگی۔ ہر کیفے اور ریستوران کے سامنے اس کا اپنا چھجا بنا تھا جس کے نیچے لوگ بیٹھے اس خوبصورت سہ پہر سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ بے فکرے' من موجی لوگ۔ یا شاید وہ بھی اس لڑکی کو دیکھ کے یہی سوچتے ہوں گے۔ کون اپنے اندر کس جنگ سے نبرد آزما ہے' کسی کو معلوم نہیں ہوتا۔

''تمہاری زندگی میں اس کی جگہ کیوں نہیں ہے؟''

'کیونکہ دنیا والے مجھے اپنے پردھان منتری کے ساتھ قبول نہیں کریں گے۔''

''ایں؟ دنیا والے کہاں سے آ گئے؟''

''دنیا والے ہی تو ہر جگہ آ جاتے ہیں' داتن۔'' وہ اداسی سے سڑک کو دیکھتے ہوئے بولی۔''وان فاتح ان کا ہیرو ہے اور لوگ اپنے ہیرو سے نفرت نہیں کر سکتے۔ وہ اس کو شیئر کرنے والے سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ جیسے لوگ زارِ روس نکولس دوم سے نفرت نہیں کرتے تھے۔ اس کی بیوی الیگزینڈرا سے نفرت کرتے تھے۔ راسپوٹین سے کرتے تھے۔ حالانکہ قصوروار 'زار' تھا کیونکہ اس نے ان دونوں کو اپنی زندگی میں جگہ دی تھی۔ مگر پرستار کی اندھی محبت یہ سوال نہیں پوچھتی۔ اپنے ہیرو کے لیے ان کے پاس ڈھیروں تاویلیں ہوں گی۔ تالیہ مراد کے لیے نہیں ہوں گی۔''

''وان فاتح کے ساتھ زندگی کا تصور مشکل لگ رہا ہے؟''

''جو الزام میرے اوپر لگا ہے' اس کو دھوئے بغیر تو بہت مشکل ہے۔ دنیا والے مجھے برا کہیں گے۔ اگر ان کو معلوم ہوا کہ تالیہ مراد فاتح کی بیوی ہے تو وہ مجھے 'ہوم ریکر' کہیں گے۔ پہلی بیوی کبھی غلط نہیں ہوتی۔ دوسری ہوتی ہے۔''

شام اب گہری ہو رہی تھی۔ پرندے آسمان پہ غول کی صورت اڑتے اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔

''تو پھر چھوڑ دو اس کو۔ نکل جاؤ اس کی زندگی سے۔ اپنی زندگی مشکل نہ بناؤ' تالیہ۔ تم ایک ایسا انسان ڈیزرو کرتی ہو جس کے ساتھ تم سر اٹھا کے جی سکو۔ تمہیں کسی کا خوف' کسی کا گلٹ نہ ہو۔''

تالیہ نے اداس مسکراتی نظریں اس کی طرف اٹھائیں۔ ''تم ایڈم کی بات کر رہی ہو۔''

داتن چپ ہو گئی۔ پھر گہری سانس لی۔ ''شکر ہے تم جانتی ہو۔''

''ہاں۔ مجھے معلوم ہو گیا تھا۔ ہم نے کہا تھا کہ ہم اس بارے میں بات کریں گے لیکن نہیں کر سکے۔ کئی دن۔ کئی سال۔'' وہ کپ کے دہانے پہ انگلی پھیرتے ہوئے مسکرا کے بولی۔

''اگر تم وان فاتح کے ساتھ خوش نہیں ہو تو اس کو اپناؤ جو تم سے محبت کرتا ہے۔ سیانے کہتے تھے' شادی اس سے نہیں کرنی چاہیے جس سے آپ محبت کرتے ہیں بلکہ اس سے کرنی چاہیے جو آپ سے محبت کرتا ہے۔''

''ان سیانوں کی اپنی شادیوں کا کیا بنا۔ میں اکثر سوچتی ہوں۔'' وہ ہنس کے ٹال گئی۔ داتن نے ناک چڑھا کے ہونہہ کیا۔

''تم اپنے آپ کو وان فاتح کے انتظار میں ضائع کر رہی ہو۔ تم ایڈم جیسا انسان ڈیزرو کرتی ہو تالیہ۔ اب بھی وقت ہے۔ تم فاتح کی زندگی سے عزت کے ساتھ الگ ہو جائے۔ خود پہ کوئی دھبہ لگائے بغیر۔''

''کسی نے مجھے کہا تھا کہ کسی کو unlove کرنا آسان نہیں ہوتا۔ میں کوشش کروں گی کہ فاتح کو unlove کر سکوں۔ شاید یہ فیصلہ تب آسان ہو جائے۔'' پھر اس نے گھڑی دیکھی۔ ''میرے پاس ابھی ایک دن ہے۔ کل مجھے فاتح کی فیملی کے ساتھ ڈنر کرنا ہے۔ فاتح نے بلایا ہے۔''

''اگر تم نے وان فاتح کو چھوڑ ہی دینا ہے تو اس کی فیملی سے ملنے کا مقصد؟''

''میں اس ایشا تاج سے ملنا چاہتی ہوں جو ان کے گھر رہ رہی ہے۔ وہ جولیانہ کی ہوم ٹیوٹر ہے اور....'' اس نے مسکرا کے داتن کو دیکھا۔ ''تمہیں اس کو دیکھ کے کوئی یاد آیا؟''

''کون؟'' داتن نے تعجب سے اسے دیکھا۔ تالیہ کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔

''میں... داتن... میں تالیہ۔ وہ میری کاربن کاپی ہے۔ کسی نے دو سال پہلے اسے فاتح کی زندگی میں داخل کیا ہے اور وہ

صرف اسی لیے دھوکہ کھا گئے کیونکہ انہیں اس کو دیکھ کے میں یاد آتی تھی۔ وہ کون دشمن ہے اور مجھے ان کو اس سے بچانا ہے۔''

''تالیہ۔'' داتن نے آہستہ سے کہا۔'' دو سال ایک لمبا عرصہ ہے ایک کون کھیلنے کے لیے۔ اور میرا نہیں خیال کہ تمہارے اور اس کے درمیان کوئی خاص مشابہت ہے۔ اتنی مشابہت ہونے کا یہ مطلب بھی تو ہو سکتا ہے کہ فاتح ایک ہی طرح کی عورتوں کو اپنی زندگی میں جگہ دیتا ہے۔''

تالیہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔''تمہیں میرا یقین نہیں ہے؟''

''میں صرف اتنا کہہ رہی ہوں کہ تم ییشا تاج کے بارے میں غلط بھی ہو سکتی ہو۔ تالیہ تم ابھی تک چھ سال پہلے کے ٹائم فریم میں ہو۔ یہاں ایک زمانہ بیت چکا ہے۔ اتنا وقت کس کے پاس ہوگا کہ وہ تمہارے جانے کے چار سال بعد کسی کو فاتح کی زندگی میں بھیجے گا؟ اور پھر دو سال تک اس عورت نے انہیں کوئی نقصان نہیں دیا۔ اب کیوں دے گی؟''

''تمہیں میری عقل اور سمجھ پہ ذرا بھی بھروسہ نہیں ہے؟'' تالیہ خفگی سے کہتے ہوئے اٹھ گئی۔

''اپنی عقل سے پوچھو کہ کہیں وہ تمہیں وہی تو نہیں دکھا رہی جو تم دیکھنا چاہتی ہو۔ تم یہ ماننے کو تیار نہیں ہو کہ فاتح کی زندگی میں کوئی اور بھی ہے۔ تم بس یہی چاہتی ہو کہ کسی طرح ان کو تمہاری ضرورت پڑتی رہے۔ تم ان کو ہر مسئلے سے بچاتی رہو۔'' وہ سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔''اور تمہارا اپنا کیس؟ اس کی تحقیق کون کرے گا؟''

''ایڈم۔ کیونکہ دوست اسی لیے ہوتے ہیں۔'' وہ شانے اچکا کے بولی۔''خیر چھوڑو ییشا کو۔ میں تمہیں ثابت کر کے دکھا دوں گی۔ بہر حال.... میرے گھر کا پتہ تمہیں معلوم ہوگا۔ میں تم سے کل کے ایل میں ملوں گی۔ تب تک تم مجھے ییشا تاج کے بارے میں جتنی معلومات مل سکیں ڈھونڈ کے دو گی۔''

داتن نے منہ بنا کے اسے دیکھا۔''تم اس زندگی کو ترک کر چکی ہو۔ اب میں تمہاری کرائم پارٹنر نہیں رہی۔ اب میں تمہارے لیے کیوں ریسرچ کروں گی تالیہ؟''

''کہا نا.... دوست اسی لیے ہوتے ہیں۔'' اس نے مسکرا کے ہیٹ سر پہ رکھا۔ اور ہاتھ اٹھا کے دوسری جانب سے آتی ٹیکسی کو اشارہ کرنے لگی۔

''تم اب کہاں جا رہی ہو؟'' داتن نے پیچھے سے پکارا۔

''اس شخص سے ملنا جس نے ییشا کو بھیجا ہے۔ میں جانتی ہوں وہ کون ہے۔'' وہ آگے بڑھ گئی۔

ٹیکسی ڈرائیور کو پتہ بتا کے اس نے پرس سے وہ خط نکالا اور پھر.... دھڑکتے دل سے لفافے کی مہر توڑی۔

اندر زردی مائل کاغذ پہ سیاہ روشنائی میں لکھی تحریر دیکھتے ہی اس کی آنکھیں دھندلا گئیں۔ وہ اس لکھائی کو پہچانتی تھی۔

''پیاری تالیہ...

تمہیں گئے آج تیسواں روز ہونے کو آیا ہے۔میری فتوحات میں اضافہ ہو رہا ہے اور میرے دشمنوں کو شکست ہو رہی ہے۔لیکن کوئی بھی خوشی تمہارے بچھڑنے کے غم کا نعم البدل نہیں ہو سکتی۔تم مجھے بہت اکیلا کر کے چلی گئی ہو۔

میں مانتا ہوں کہ میرے کیے اکثر فیصلے بہت غلط تھے۔میں نے وان فاتح کو تکلیف پہنچائی۔نہیں معلوم کہ وہ دوسری دنیا پہنچنے تک زندہ رہا یا نہیں۔ نہیں معلوم کہ اپنی دنیا میں مَیں زندہ ہوں یا مردوں میں سے ہوں۔نہیں معلوم کہ تم اپنی کتابوں میں میرے بارے میں کیا پڑھو گی۔ غلط تھے میرے فیصلے۔میں مانتا ہوں۔لیکن اس سب میں ایک چیز سچی تھی۔تالیہ کی مراد راجہ سے محبت۔اور مراد راجہ کی اپنی اصل بیٹی تالیہ سے محبت۔میں نے جو کچھ کیا محبت میں کیا۔محبت انسان سے کیا نہیں کرواتی۔چوری... قتل... جنگ۔بس ایک ''محبت'' نہیں کرواتی۔میں تم سے وہ محبت نہیں کر سکا جو مجھے کرنی چاہیے تھی۔نہیں جانتا کہ تمہاری دنیا میں وقت کی سوئی کہاں ہے۔لیکن ایک ملال ہمیشہ رہے گا۔

کاش تم مجھے یوں دھوکہ دے کر نہ جاتیں۔تم مجھ سے لڑ کے'رو پیٹ کے' مجھ پہ غصہ کر کے چلی جاتیں تالیہ....لیکن دھوکہ دے کر نہ جاتیں۔مجھے ٹھیک سے الوداع کہنے کا موقع تو دیتیں۔تم نے مجھے بہت تکلیف دی ہے۔میں اپنی دی گئی تکلیف کی سزا بھگت رہا ہوں.... لیکن جانتی ہو تمہارا دل کیوں ٹوٹا ہوا ہے؟ کیونکہ تم نے مجھے تکلیف دی ہے۔تمہارا یہ دکھ کبھی دور نہیں ہو گا تالیہ۔تم چاہے ملکوں ملکوں پھرو....چاہے ان سارے مسئلوں سے نکل آؤ جن میں تم گرفتار تھیں...چاہے تمہارے پاس زمانے بھر کے خزانے آ جائیں...یا تمہیں اپنا من پسند آدمی مل جائے...تم جہاں بھی جاؤ گی میری بیٹی....تمہارا یہ زخم کبھی نہیں بھرے گا۔

سوائے اس کے کہ.....

تم میرے پاس واپس آ جاؤ۔

تمہیں کسی دوسری دنیا میں سکون نہیں ملے گا۔

یہ بددعا نہیں ہے۔ یہ حقیقت ہے۔

تمہارا باپ۔

مراد۔''

خط کے صفحے پہ جگہ جگہ گرتے آنسوؤں نے روشنائی مٹا ڈالی تھی۔اس نے گیلی سانس ناک سے اندر کھینچی۔شوفر نے بیک ویو مرر میں اس لڑکی کو دیکھا جو خط تہہ کرتے ہوئے پرس میں رکھ رہی تھی۔اس کی جھکی پلکوں پہ کتنے ہی آنسو آن ٹھہرے تھے۔

کسی کو unlove کرنا واقعی آسان نہ تھا۔ نہ فاتح کو۔ نہ مراد راجہ کو۔

☆☆=========☆☆

وہ گلی پچھلے سال میں کئی دفعہ بدلی ہوگی۔لیکن تالیہ کو وہ آج بھی ویسی ہی لگی تھی۔وہی گملے۔وہی فرش۔اور ذوالکفلی کے گھر کے سامنے بنے دو اسٹیپ۔وہ اس گلی میں داخل ہوئی اور چبھتی نظروں سے اطراف کا جائزہ لینے لگی۔اس کی آنکھوں کے سارے آنسو اب تک سوکھ چکے تھے۔اور ان میں سرد مہری در آئی تھی۔

مکان کے دروازے پہ زنجیر میں لپٹا تالہ لگا تھا۔یوں معلوم ہوتا تھا اس گھر کو برسوں سے کسی نے نہیں کھولا۔جامنی فراک والی لڑکی سینے پہ بازو لپیٹے چند لمحے تنفر سے اس مکان کو دیکھتی رہی۔

پھر وہ دروازے کے سامنے بنے اسٹیپ پہ بیٹھی' ہیٹ اتار کے ساتھ رکھا اور اونچی آواز میں بولی۔''میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں' ذوالکفلی۔''

گلی سنسان تھی۔مغرب گہری ہو چکی تھی اور سارے پہ جامنی اندھیرا پھیلا تھا۔بظاہر اس کے اردگرد کوئی نہ تھا۔لیکن تالیہ جانتی تھی کہ وہ کسی کونے سے اسے دیکھ رہا تھا۔چند لمحے گزرے اور گلی کے دوسرے کونے سے قدموں کی چاپ سنائی دی۔زینوں پہ بیٹھی تالیہ نے چہرہ اس طرف موڑا۔

لمبی برساتی پہنے' سر پہ سیاہ ہیٹ جمائے' وہ اس کی طرف چلتا آرہا تھا۔جیسے جیسے وہ قریب آتا گیا' اس کے چہرے کا ایک ایک نقش واضح ہوتا گیا۔اس کی آنکھوں کی چمک آج بھی ویسی ہی تھی۔جھریوں نے البتہ جلد کو کریلے کے خول کی مانند کر دیا تھا۔کڑوے کریلے جیسے۔قلموں سے بال سفید ہوتے نظر آرہے تھے۔وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے عین اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔پھر ہیٹ والا سر جھکا کے اسے دیکھا اور مسکرا کے ابرو اچکائے۔

''کیا چیز شہزادی کو میرے غریب خانے پہ لے آئی آج؟''

تالیہ نے گردن اٹھا کے اسے پتلیاں سکوڑ کے دیکھا۔

''تم بھی عجیب آدمی ہو ذوالکفلی۔'' وہ افسوس سے اسے دیکھ کے کہنے لگی۔ ''میں تم سے پہلی دفعہ تب ملی تھی جب میرے بابا زخمی تھے۔ تم نے مجھے ان کی دوا دی تھی.... اس شرط پہ کہ ان کو تمہارے لیے کچھ کرنا ہوگا۔ محبت کی بے بسی بھی عجیب ہوتی ہے۔ ساری شرطیں منوالیتی ہے۔ تمہیں جوان خون چاہیے تھا اپنی ساحرانہ قوتوں کو بڑھانے کے لیے۔ جتنے لوگوں کو تم جادو سکھاؤ گے' اتنی تمہاری طاقت بڑھے گی۔ میں نے پمبورو کی کتابوں میں پڑھا ہے اس بارے میں۔ اسی لیے تم نے مجھ سے میرا باپ لے لیا اور اس کو جادوگر بنا ڈالا۔'' وہ ٹھہر ٹھہر کے بول رہی تھی۔

''اگر تمہارا باپ جادوگر نہ ہوتا تو کیا وہ سارے ظلم نہ کرتا جو اس نے کیے' پتری تالیہ؟ اونہوں۔ کسی ہنر کا سیکھنا انسان کی فطرت نہیں بدلتا۔ سانپ کی فطرت میں ڈس لینا ہے۔ وہ مسجد میں رہ کے بھی نہیں بدلتا۔''

''جیسے تم نہیں بدلے۔ وہ دنیا ہو یا یہ دنیا۔ تم نے ہر جگہ دوسروں کو دھوکے سکھائے۔ جادو بھی تو ایک دھوکہ ہے۔ تم اپنی دنیا میں جادوگر تھے۔ ہماری دنیا میں کون آرٹسٹ کہلائے۔ جب میں تمہیں بھلا چکی تھی' تب تم مجھ سے یتیم خانے میں ملے۔ اور تم نے مجھے پھر سے دھوکہ دیا۔''

''اپنی شناخت چھپا کے؟'' وہ چمکتی آنکھوں سے مسکرا رہا تھا۔

''نہیں۔ مجھے یہ تاثر دے کر یہ تم مجھے ایڈاپٹ کرنے جا رہے ہو۔ پہلی دفعہ مجھے یقین ہو چلا تھا کہ مجھے ایک باپ' ایک گھر ملنے والا ہے۔ تالیہ نے ساری عمر کیا چاہا ہے اس کے سوا کہ اس کا کوئی گھر ہو' کوئی فیملی ہو؟ لیکن نہیں۔ برسوں بعد میں تمہیں دوبارہ ملی' تب بھی تم نے میرے ساتھ یہی کیا۔ مجھے ایک فریب کے پیچھے لگا دیا۔''

''کیا میں نے تمہیں بہروپیہ بنایا؟ یاد رکھو.... تم میرے پاس آنے سے پہلے بھی چھوٹی موٹی چوریاں شروع کر چکی تھی۔''

''میں vulnerable تھی۔'' اس کی آواز اب سپاٹ نہیں رہی تھی۔ اس میں اداسیاں گھل گئی تھیں۔ ''میرے خواب ٹوٹے تھے۔ میرے پاس غربت میں گزارا کرنے کی چوائس تھی۔ میں نے غلط فیصلہ کیا۔ لیکن تمہارے پاس بھی چوائس تھی۔ تالیہ کی روح کو بچا لینے کی۔ تم نے بھی درست فیصلہ نہیں کیا۔ تم نے مجھے فریب کاری کی دنیا میں گرنے دیا۔''

''میں نے ہمیشہ تمہارا خیال رکھا۔ تمہارے پیچھے تمہاری حفاظت کی۔ تم مشکل میں میرے پاس آتی تھیں۔ اور تم نے کیا کیا؟ مجھے زہر دینا چاہا؟''

دونوں اندھیر گلی میں آمنے سامنے موجود تھے۔ وہ ابھی تک بیٹھی تھی اور وہ کھڑا تھا۔ دونوں کے پاس کہنے کو بہت کچھ تھا۔

''میں نے تمہیں زہر نہیں دیا تھا۔ دھوکہ دیا تھا۔ میں تم سے چابی مانگنے کبھی نہ آتی اگر تم مجھے اس چابی کے چکر میں نہ پڑنے دیتے۔ تم مجھے میرا ماضی بھولے رہنے دیتے۔ بھولنا ایک نعمت تھی' ذوالکفلی۔ تم نے میری نعمت مجھ سے چھن جانے دی۔''

''اور تم نے مجھ سے دھوکے سے چابی حاصل کرلی۔ میں نے کہا تھا نا' تمہیں دھوکے کی قیمت چکانی پڑے گی۔تمہارے چھے برس ضائع ہوگئے' تالیہ۔ چچ چچ.....''

''اگر میرے چھے برس ضائع ہوئے' تو تمہارے بھی یہ سال کسی اچھے کام کو کرنے میں نہیں گزرے۔اب میری بات سنو جادوگر' انسان کا جو وقت کسی اچھے کام میں نہ گزرے' وہ ایسا ہوتا ہے کہ جیسے اس نے وہ گزارا ہی نہیں۔بورنگ روٹین میں رہنے والوں کو اسی لیے لگتا ہے کہ وقت تیزی سے گزر گیا۔وقت صرف ان کا ضائع نہیں ہوتا جو روشنی کے سفر پہ نکلتے ہیں۔تالیہ کو افسوس نہیں ہے کہ اس کے سال ضائع ہوئے۔تالیہ کو تم سے چابی حاصل کرنے پہ بھی کوئی پچھتاوا نہیں ہے۔''

''تو پھر یہاں کیوں آئی ہو؟''

''یہ کہنے کہ میرا تمہارا حساب برابر ہو چکا ہے۔ بلکہ تمہارے گناہ زیادہ ہی ہونگے۔پھر فاتح کے پیچھے ییشا کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟''

ذوالکفلی کے ابرو اچھنبے سے بھینچے۔''میں سمجھا نہیں۔کون ییشا؟'' وہ حیران ہوا تھا۔

تالیہ نے افسوس سے سر جھٹکا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔وہ اسٹیپ پہ کھڑی اس سے قدرے اونچی لگ رہی تھی۔

''تمہاری زبان دو کاموں میں ماہر ہے۔جادو اور جھوٹ۔لیکن تالیہ کو سچ اور جھوٹ کا فرق کرنا آتا ہے۔تم نے اس عورت کو میرے سانچے پہ تخلیق کیا اور فاتح کی زندگی میں داخل کیا۔صرف تم جانتے تھے ہمارے دونوں زمانوں کی باتوں کے بارے میں۔سیاہ گھوڑے اور جانے کیا کچھ۔تم فاتح کو نقصان پہنچا کے تالیہ سے بدلہ لینا چاہتے ہو۔''

''نہیں' پتری تالیہ۔'' وہ الجھن بھری برہمی سے بولا۔''تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔میں کسی ییشا کو نہیں جانتا۔نہ مجھے کسی کو یوں بھیجنے کی ضرورت ہے۔میرا عناد تم سے تھا۔وان فاتح سے نہیں۔'' وہ تلخی سے بولا۔''تم میرے تنفر میں اتنی اندھی ہو چکی ہو کہ اپنے اصل دشمن کو ڈھونڈنے کی بجائے....''

''میں تمہارے جھوٹ سننے نہیں آئی۔یہ بتانے آئی ہوں کہ اگر....'' وہ ایک قدم نیچے اتری اور اس کے مقابل کھڑے ہو کے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔''اگر...تم نے....فاتح کو نقصان پہنچایا....تو....میں....تمہاری....جان لے لوں گی۔''

''تم؟'' وہ استہزائیہ مسکرایا۔''تم کسی کی جان نہیں لے سکتیں۔''

''کیونکہ میں نے تمہیں زہر نہیں دیا تھا؟''

ذوالکفلی تلخی سے مسکرایا۔''تم نے الف لیلوی کہانیاں پڑھی ہیں' پتری تالیہ؟ان میں ایک شہزادی ہوتی ہے جس کو اگر کوئی زہر دے ڈالے...یا...کسی ٹاور میں قید کردے...یا...سوتیلی ماں اس پہ ظلم کرے....تو اسے بچانے ایک شہزادہ آتا ہے سفید

گھوڑے پہ۔اور وہ اس کہانی کے سارے کرداروں کو ان کے غموں سے نکال لیتا ہے۔تم بھی اپنی کہانی کی وہی saviour ہو۔سفید گھوڑے والی شہزادی ۔اپنے سیاہ ماضی سے تائب ہو کے اچھائی کے سفید راستے پہ چلنے والی۔اور سفید گھوڑے والی شہزادیاں کسی کی جان نہیں لے سکتیں۔“

وہ کہہ رہا تھا اور تالیہ اسے چبھتی نظروں سے دیکھتی گئی۔پھر اس کے کان کے قریب چہرہ جھکا کے بولی۔

”ذوالکفلی ....“ اس کی آواز سرگوشی سے بھی ہلکی تھی۔”سفید گھوڑے والی شہزادیوں کا زمانہ گزر چکا ہے۔“

پھر وہ اپنا ہیٹ لیے آگے بڑھ گئی۔ذوالکفلی تلخ مسکراہٹ کے ساتھ اسے جاتے دیکھتے رہا۔

☆☆=========☆☆

اگلی صبح اور اگلی دوپہر یوں گزر گئی کہ پتہ ہی نہ چلا۔پتراجایا کے آسمان پہ سرِ شام ہی سیاہ بادل اکٹھے ہونے لگے۔ان کے گرجنے کی آوازیں اونچے محلوں میں رہنے والوں کو اپنے آرام دہ لونگ رومز میں بھی واضح سنائی دے رہی تھیں۔آج رات بارش کھل کے برسنی تھی' یہ تھا۔

وان فاتح کی رہائشگاہ بھی بار بار بجلی کی چمک سے روشن ہوتی۔پھر اندھیرا چھا جاتا۔اندر اسٹڈی میں وہ اپنی مرکزی کرسی پہ بیٹھا تھا۔وہ سامنے بیٹھے سکندر اور جولیانہ کو دھیمے لہجے میں جو بات بتا رہا تھا' اسے سن کے جولیانہ نے کوئی تاثر نہیں دیا البتہ سکندر بدک کے کھڑا ہوا۔

”کیا مطلب؟“ اس نے بے یقینی سے باپ کو دیکھا۔”تالیہ مراد ہمارے گھر آرہی ہے؟وہ ہمارے ساتھ ڈنر کرے گی؟“

”تالیہ فیملی ہے' سکندر۔“

”تالیہ فیملی نہیں ہے۔“ وہ دبا دبا سا غرایا۔اس کے نوعمر چہرے پہ غصہ سرخی پھیلا رہا تھا۔

”سکندر....“ وہ اتنے ہی تحمل سے بولا۔”وہ ہر برے وقت میں ہمارے ساتھ کھڑی ہوتی تھی۔یہ اس کا برا وقت ہے۔اس پہ ایک غلط الزام لگا ہے۔ہم اس کو اکیلا کیسے چھوڑ دیں؟“

”ڈیڈ.....آپ کو دکھائی کیوں نہیں دے رہا؟اس نے ہماری ماں کا قتل کیا ہے۔سارا میڈیا یہی کہہ رہا ہے۔“

”میڈیا تو یہ بھی کہتا ہے کہ میں ایک برا حکمران ہوں۔کیا تم ان باتوں کا بھی یقین کر لیتے ہو؟“ اس کے انداز میں اب کے برہمی در آئی۔سکندر چپ ہو گیا۔فاتح نے جولیانہ کی طرف چہرہ موڑا۔”کیا تم نے سکندر کو نہیں بتایا؟“

سکندر نے چونک کے اسے دیکھا۔”کیا؟“

جولیانہ کھنکھاری۔پھر سکندر کی طرف دیکھا۔”ڈیڈ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔تالیہ نے ماما کا قتل نہیں کیا تھا۔جو کیک وہ بھیجتی تھی

وہ میں نے خود دیکھے تھے۔ان پہ آئسنگ نہیں ہوتی تھی۔اور زہر آئسنگ میں تھا۔کیک میں نہیں۔آئسنگ کوئی بعد میں چھڑکتا تھا۔''

سکندر چند لمحے الجھن سے اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔پھر فاتح کی طرف رخ کیا۔''کون؟''

''دیکھو سکندر...تمہاری ماما کے ایک پرانے ملازم کا آج سراغ ملا ہے۔وہ جانتا ہے کہ تالیہ بے گناہ ہے۔وہ گواہی دے گا اور تالیہ بری ہو جائے گی۔یہ اتنا سمپل ہے۔''

سکندر نے دونوں ابرو سوالیہ انداز میں اٹھائے۔''یعنی تالیہ مراد بے قصور ہے اور اصل گواہ سامنے آنے والا ہے؟''

''ہاں۔''

''میں جولیانہ نہیں ہوں' ڈیڈ جو میں اس بات کا یقین کر لوں گا۔''وہ ایک دم پھنکارا۔''یہ تالیہ مراد کی کہانیوں میں سے ایک ہے۔اس کے پاس بہت پیسہ ہے۔وہ کسی کو بھی خرید سکتی ہے۔''

''سکندر....''فاتح نے گہری سانس لے کر اس کو پکارا۔

''اس نے میری ماں کا قتل کیا ہے۔میں بس یہی جانتا ہوں۔آپ چاہتے ہیں کہ میں تمیز سے اس ڈنر میں بیٹھوں تو میں بیٹھ جاؤں گا۔میں اس کو برداشت کر لوں گا۔لیکن آپ مجھ سے یہ امید نہ رکھیں کہ میں اس کہانی میں آؤں گا۔''وہ پیر پٹخ کے اٹھا اور تیزی سے باہر چلا گیا۔بادل زور سے گرجے اور کھڑکیوں کے باہر بجلی چمکی۔اگلے ہی پل سیاہی پھر سے چھا گئی۔فاتح نے افسوس سے اس کو جاتے دیکھا۔''اس کو کیا ہو گیا ہے؟''

''کیا اب آپ تالیہ کو نہیں بلائیں گے؟''جولیانہ نے تذبذب سے پوچھا۔

''ظاہر ہے میں اسے بلاؤں گا۔تالیہ فیملی ہے اور ہمارے گھر میں اس کی جگہ ہمیشہ رہے گی۔''وہ مضبوط لہجے میں کہتے ہوئے اٹھا تو جولیانہ مسکرا دی۔

''مجھے تالیہ مرا تھوڑی بہت یاد ہے۔مجھے وہ ہمیشہ اچھی لگتی تھی۔''وہ سادگی سے بولی تو فاتح مسکرا دیا۔

ادھر سکندر اپنے کمرے کا دروازہ کھول کے غصے سے اندر داخل ہوا تو دیکھا۔اسٹڈی چیئر پہ اشعر ریلیکس انداز میں بیٹھا ہے۔جینز پہ جرسی شرٹ پہنے' وہ ہاتھ میں سکندر کی گیند گھما رہا ہے۔سکندر نے دروازہ بند کیا اور بگڑے تاثرات کے ساتھ بیڈ کے کنارے بیٹھا۔کشن کو ٹھوکر ماری۔

''تو یہ سچ ہے؟ تالیہ مراد آج ڈنر ہمارے ساتھ کرے گی؟''اشعر گیند کو دیکھتے ہوئے بولا تو سکندر نے اسے گھورا۔

''ڈیڈ کو نظر کیوں نہیں آ رہا؟''

''کیونکہ وہ ان کا بلائنڈ سپاٹ ہے۔تم اسے نہیں جانتے۔ میں جانتا ہوں۔''اس نے گیند رکھی اور سنجیدہ آواز میں اسے سمجھانے لگا۔''تمہارے ڈیڈ زندگی کے اس حصے میں بہت اکیلے ہیں۔ان کو تالیہ کی صورت میں ایک لائف پارٹنر مل رہا ہے۔اور اس میں کوئی برائی نہ ہوتی اگر وہ کا کا کا قتل نہ کر چکی ہوتی۔''

''آپ سارا وقت مجھے ہی بولتے رہتے ہیں۔ڈیڈ کو سمجھاتے کیوں نہیں ہیں؟''وہ زچ ہو کے بولا۔اشعر نے گہری سانس لے کر شانے اچکائے۔

''تمہارے ڈیڈ سمجھانے کی حدود سے نکل گئے ہیں۔یہ لڑکی خطرناک ہے' سکندر۔یہ تمہارے ڈیڈ کو نقصان پہنچانے کے لیے ان کی زندگی میں داخل ہوئی ہے۔ میں بتا رہا ہوں۔اب تمہیں ہی کچھ کرنا ہوگا۔''وہ افسوس سے کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔''ورنہ تم ہر دوسری شام اس کے ساتھ ایک ہی میز پہ ڈنر کرنے پہ مجبور ہو گے۔''

اشعر چلا گیا اور سکند دروازے کو گھورتا رہا۔

☆☆=========☆☆

جس وقت داتن اس کے اپارٹمنٹ میں داخل ہوئی' لونگ روم کی کھڑکیوں کے باہر شام اترتی دکھائی دے رہی تھی۔بجلی وقفے وقفے سے چمک رہی تھی۔ دروازے کا کمبینیشن کوڈ اسے معلوم تھا۔تالیہ نے پہلے سے بتا رکھا تھا۔وہ اندر آئی۔اپنا بیگ صوفے پہ ڈالا۔تالیہ کی تلاش میں نظریں ادھر ادھر دوڑائیں۔پھر دیکھا.... بیڈروم کا دروازہ کھلا تھا۔

''تالیہ....تال...''وہ جو مگن سی اسے پکارتی اندر آ رہی تھی.... چوکھٹ پہ ٹھٹک کے رک گئی۔

تالیہ ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑی تھی۔مرر کی سفید وینٹی لائیٹس روشن تھیں۔ان کی تیز رشنی میں وہ کوئی سفید مورت لگ رہی تھی۔وہ بالوں کے جوڑے میں پنیں لگا رہی تھی۔آواز پہ پلٹی۔اسے دیکھ کے داتن متحیر رہ گئی۔

وہ سفید اور سلور انڈین ساڑھی میں ملبوس تھی۔ساڑھی کے آستین کلائیوں سے ذرا پیچھے تک آتے تھے۔ بالوں کا ڈھیلا جوڑا بنائے...چھوٹی گھنگریالی لٹیں گالوں پہ گرائے...وہ گہرا کاجل لگائے تیار تھی۔گردن میں ہیروں کا نازک نیکلیس پہن رکھا تھا اور کانوں میں سرخ یاقوت جڑے بندے تھے۔ داتن کو دیکھ کو وہ اداسی سے مسکرائی۔

''تم ...کتنی حسین لگ رہی ہو' تالیہ۔''

''پتلی ہو کے تم بھی اچھی لگتی ہو۔''وہ مسکرا کے آئینے کی طرف مڑ گئی۔پھر برش پہ ذرا سا پاؤڈر اٹھایا اور گال کی اونچی ہڈی پہ پھیرنے لگی۔

''تم فاتح کے گھر جا رہی ہو؟''داتن آہستہ سے اس کے عقب میں آ کھڑی ہوئی۔

''ہوں۔تم نے ہیشا کو چیک کیا؟''

''ہاں۔'' داتن کی آواز میں مایوسی تھی۔''سوری تالیہ لیکن اس کے بارے میں کوئی قابل گرفت بات نہیں معلوم ہوئی۔وہ وہی ہے جو وہ خود کو کہہ رہی ہے۔ایک سنگل مدر۔ایک فوٹوگرافر اور ٹیچر۔لوگ اس کی بہت عزت کرتے ہیں۔''

''تم نے ٹھیک سے دیکھا نہیں ہوگا۔اس کے فنانشلز....اس کا شناختی کارڈ....'' تالیہ کے ماتھے پہ بل پڑے۔

''سب چیک کیا ہے۔سب صاف ہے۔وہ ایک سادہ اور بے گناہ عورت ہے۔وہ کوئی کون وومن نہیں ہے۔''

''اونہوں۔'' تالیہ اس کی طرف گھومی اور سنجیدگی سے بولی۔''وہ بہت ہوشیار ہے۔دوبارہ چیک کرو۔کچھ مل جائے گا۔''

داتن نے ملال سے اسے دیکھا اور گہری سانس بھر کے رہ گئی۔تالیہ نے پرس اٹھایا اور دروازے کی طرف بڑھی۔

''تالیہ....تمہارے پاس ہیشا کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے۔کیا فاتح تمہارا یقین کرے گا؟''

تالیہ نے جواب نہیں دیا۔وہ باہر نکل گئی۔شاید اس کے پاس جواب نہیں تھا۔

''دھیان سے جانا تالیہ۔آج موسم خراب ہے۔'' مگر تالیہ نے نہیں سنا تھا۔وہ سننے کی حدود سے باہر تھی۔

وان فاتح کی رہائشگاہ سری پردھانہ جیسی نہ تھی۔بس ایک بڑا سا بنگلہ تھا جس کے چاروں اطراف وسیع و عریض لان بنا تھا۔فرنٹ پہ ایک نیلا تالاب بھی تھا جس کے ساتھ اس وقت ایک کرسی رکھی تھی اور وان فاتح اس پہ بیٹھا تھا۔وہ سفید شرٹ کے آستین پیچھے موڑے' ٹیک لگائے بیٹھا' سیاہ آسمان کو دیکھ رہا تھا جب کار اندر داخل ہوئی۔وہ مسکرا کے اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ سیدھی اس کی طرف آئی تھی۔تھوڑی سی نروس۔تھوڑی سی خوش۔وہ ملی جلی کیفیت کا شکار لگتی تھی۔سفید ساڑھی میں ملبوس وہ اس سیاہ رات میں دمک رہی تھی۔

وہ چند قدم آگے بڑھا۔چند قدم وہ قریب آئی۔ یہاں تک کہ دونوں سوئمنگ پول کے کنارے ایک دوسرے کے آمنے سامنے آ رکے۔

''خوش آمدید۔مجھے خوشی ہے کہ تم آ گئیں۔'' وہ اسے دیکھ کے گہری سانس لے کر بولا۔تالیہ نے خوشگوار حیرت سے اسے دیکھا۔

''آپ کو شک تھا میرے آنے پہ؟''

''شک نہیں تھا۔ڈر تھا۔''

''لیکن آپ نے ہی کہا تھا کہ کچھ لوگوں کو اَن لو کرنا آسان نہیں ہوتا۔'' وہ مسکرائی۔اس کے گال پہ ننھا سا گڑھا بنا۔اس کے کانوں کے سرخ یاقوت چمکے۔تالاب کی سطح پہ پڑتی روشنی تالیہ کے چہرے سے ٹکرا کے اسے مزید روشن بنا رہی تھی۔

''ویسے ریکارڈ کے لیے.... کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ کن لوگوں کی بات کر رہے تھے آپ؟''

وہ دھیرے سے ہنس دیا۔ ''میں تمہاری بات کر رہا تھا۔ تالیہ مراد کی۔ جسے ان لوکرنا آسان ہے نہ بھلانا۔''

اسے محسوس ہوا کہ اس کی ہتھیلیاں نم ہو رہی ہیں لیکن بظاہر وہ مسکراتی رہی۔ وسط لان کے وہ دونوں چمکتے ہوئے پول کے کنارے کھڑے تھے۔ آسمان کے تاروں اور پول کے پانی سے بالکل بے نیاز۔

''کیا آپ واقعی مجھے بھول نہیں پائے؟'' اس کی آواز میں نمی در آئی۔ آنکھیں فاتح پہ جمی تھیں۔

''تالیہ تمہیں کوئی کیسے بھول سکتا ہے؟ میں تو کبھی نہیں۔'' وہ صاف گوئی سے کہہ رہا تھا۔ ''ہم نے اپنی دنیا میں گیارہ دن ایک دوسرے کو جانا تھا۔ پھر ہم چار ماہ کے لیے قدیم ملاکہ چلے گئے تھے۔''

''پھر اپنی دنیا میں ہم چھ ماہ کے لیے واپس آئے۔ اور پھر.... ایک ماہ ہم نے قدیم ملاکہ میں گزارا۔'' اس نے فاتح کا فقرہ مکمل کیا۔

''ہاں۔ اور کل ملا کے کتنا ہوا؟ ایک برس بھی نہیں۔'' اس نے انگلیوں پہ گنا۔ ''میں تمہاری زندگی میں ایک برس رہا تھا شاید۔ تم میری زندگی میں اس کے بعد بھی چھ برس تک رہی ہو۔ میں نے ایک لمبا عرصہ تالیہ مراد کی یاد میں گزارا ہے۔ میں تمہیں کئی دفعہ کھو چکا ہوں۔ اب کی بار میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔'' وہ ٹھہرا۔ تالیہ کا سانس رک گیا۔ ''کیا ہم پھر سے شروع کر سکتے ہیں؟''

''غلام اور شہزادی کی حیثیت سے؟ یا سلطان ساز اور راجہ کی بیٹی بن کے؟ یا پھر... باس اور ان کی باڈی وومن؟'' وہ بظاہر مسکرا کے بولی البتہ وہ محسوس کر سکتی تھی کہ اس کا چہرہ دہکنے لگا تھا۔

''نہیں۔ ایک فیملی بن کے۔'' وہ اپنائیت سے بولا۔ ''تم میری فیملی ہو تالیہ۔ ہاں ٹھیک ہے....وہ رشتہ ہم نے مجبوری میں جوڑا تھا۔ چھ برس گزر چکے ہیں۔ تمہارے اوپر کیس چل رہا ہے اور میں پردھان منتری ہوں لیکن....'' اس نے گہری سانس لی۔ ''ہماری کہانی ان چیزوں سے بالاتر رہی ہے۔ ہم نے زمانوں کا سفر ایک ساتھ کیا ہے۔ تم نہیں تھیں تو الگ بات تھی۔ لیکن اب تم آ گئی ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ تم دوبارہ کہیں جاؤ۔''

تالیہ کے گلے میں آنسوؤں کا گولا اٹکنے لگا۔ آنکھوں میں گلابی پن در آیا۔ ''آپ کیا چاہتے ہیں؟''

''میں چاہتا ہوں کہ تم کہیں نہ جاؤ۔ یہیں رہو۔ میرے ساتھ۔ میرے گھر کا حصہ بن کے۔ کیا ہم ہر چیز دوبارہ سے شروع کر سکتے ہیں؟'' وہ بنا پلک جھپکے اس کی آنکھوں میں دیکھ کے پوچھ رہا تھا۔ اس کے انداز میں ایک ڈر سا تھا۔ اور وہ یہ محسوس کر سکتی تھی۔

''مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ....آپ کو کسی چیز کا ڈر ہے۔''

''ہاں۔''اس نے اعتراف کیا۔''مجھے چھے برس اس بات کا خوف رہا ہے کہ تم کہیں چھپ گئی ہو اور ایک دن اچانک سے مجھے ڈاک میں ڈائیورس پیپرز بھجوا دو گی۔اور مجھے تمہاری خواہش کا احترام کرتے ہوئے انہیں سائن کرنا پڑے گا۔اور میں تمہیں ایک دفعہ پھر کھو دوں گا۔''اس کے انداز میں بے چارگی تھی۔اپنائیت تھی۔وہ ایک دم پرسکون سی ہو کے ہنس دی۔اس کے سارے واہمے' سارے خدشات جیسے دور بھاگ گئے۔

''میں ایسا کبھی نہیں کروں گی۔''

''یعنی تم میری زندگی کا حصہ بننے کے لیے تیار ہو؟''

تالیہ جواب میں کچھ کہنے لگی لیکن پھر فاتح کے عقب میں اس نے دیکھا.... پول کے دوسرے کنارے پہ ایک ہرن کھڑا تھا۔رات کی تاریکی میں اس کی سفید جلد چمک رہی تھی۔وہ اپنی سبز آنکھوں سے تالیہ کو دیکھے جا رہا تھا۔

''تالیہ؟''

''ہوں؟''وہ چونکی۔پھر مسکرا دی۔''میں آپ کو اپنا جواب ڈنر کے اختتام پہ بتا دوں گی۔''

''او کے۔'' فاتح مسکرا دیا۔آؤ....میں تمہیں اپنے بچوں سے ملواتا ہوں۔''تالیہ نے اس طرف نظریں موڑیں۔اب وہ ہرن وہاں نہیں تھا۔اس نے سر جھٹکا اور فاتح کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

سیاہ آسمان اپنے پروں پہ ستارے پھیلائے ان کو خاموشی سے اوپر سے دیکھتا رہا۔وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے اب بنگلے کی عمارت کی طرف جا رہے تھے۔وہ آپس میں کچھ کہہ بھی رہے تھے۔کسی بات پہ فاتح ہلکا سا ہنسا بھی تھا۔

سکندر نے کھڑکی سے یہ منظر ناپسندیدگی سے دیکھا تھا۔اس کی رنگت سیاہ پڑ رہی تھی اور ماتھے پہ بل تھے۔

☆☆=========☆☆

ایڈم بن محمد کا اسٹڈی روم شام ہوتے ہی سفید روشنیوں سے جگمگا اٹھا تھا۔کھڑکی کے شیشوں سے باہر پھیلتا جامنی اندھیرا دکھائی اور گرجتے بادل سنائی دے رہے تھے۔اسٹڈی ٹیبل پہ کھلے لیپ ٹاپس' فونز اور فائلیں بے ترتیبی سے پڑی تھیں۔

احمد نظام ایک لمبی گفتگو کے بعد اب کھڑے ہو رہے تھے۔مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے انہوں نے اپنے ساتھ اٹھتے تھکے تھکے سے ایڈم سے پوچھا۔

''کیا وان فاتح نہیں جانتے کہ یہ شخص کہاں رہتا ہے جو مسز عصرہ کے ساتھ جیولرز پہ گیا تھا؟''

''نہیں۔انہوں نے میری ای میل کے جواب میں بس اتنا بتایا ہے کہ وہ ایک زمانے میں عصرہ کے والد کا ملازم تھا۔اس کا

نام سرمد ہے۔اس کو کئی دفعہ انہوں نے اپنے گھر آتے دیکھا لیکن ان کو یہ نہیں معلوم کہ وہ کہاں رہتا ہے۔عصرہ کی موت کے بعد وہ کبھی نہیں آیا۔''

''میں نے چند لوگوں کو کہہ رکھا ہے۔اگر وہ آدمی ملک سے فرار نہ ہوگیا ہو تو جلد ہمارے سامنے ہوگا۔تالیہ مراد کی بے گناہی صرف وہی ثابت کرسکتا ہے۔''وہ امید سے کہہ رہے تھے۔ایڈم اداسی سے مسکرا دیا اور کندھے اچکا دیے۔وہ اپنے تئیں سب کچھ کر چکے تھے۔

وہ رخصت ہو گئے تو وہ دروازہ بند کر کے لونگ روم میں آیا۔

اس کا اپارٹمنٹ بالکل خاموش تھا۔دیواریں' فرنیچر' ٹی وی کی بجھی اسکرین....وہ جب بھی اکیلا ہوتا یوں لگتا یہ ساری چیزیں تھوڑی تلے ہتھیلی جمائے فرصت سے اسے دیکھ رہی ہیں۔اس پہ طنز کر رہی ہیں۔

وہ صوفے پہ بیٹھا اور پیر میز پہ رکھ لیے۔پھر گردن پیچھے ٹکا کے خاموشی سے چھت کو دیکھنے لگا۔

تالیہ کے بعد اس نے کبھی دوست نہیں بنائے تھے۔دوست قسمت سے ملتے ہیں۔جس کو نہیں ملتے' اس کو نہیں ملتے۔دوست سے قریب قریب کوئی رشتہ مل بھی جائے' تو بھی وہ دوست نہیں ہوتا۔

اس وقت اسے ایک دوست کی ضرورت تھی۔اور اس ساری دولت' شہرت اور عزت کے باوجود ایڈم بن محمد جانتا تھا کہ اس کے پاس کوئی دوست نہیں تھا جس سے وہ دل کی بات کہہ سکے۔جو اسے جج نہ کرے۔جس کے ساتھ وہ خود کو آرام دہ محسوس کرے۔

گھنٹی بجی تو اس نے گہری سانس لی اور اٹھ کے دروازے تک آیا۔انٹر کام اسکرین کو دیکھنے کی زحمت بھی محسوس نہ کی۔وہ جانتا تھا احمد نظام واپس آئے ہوں گے۔یقیناً وہ کچھ بھول گئے تھے۔

اس نے دروازہ کھولا اور....پھر وہ اگلا سانس لینا بھول گیا۔

پہلے ابرو تعجب سے اکٹھے ہوئے۔پھر بے یقینی سے آنکھیں پھیلیں۔

''داتن؟''اس کے ہونٹوں سے بے آواز نکلا۔

''کیسے ہو' رائٹر؟''لیانہ صابری مسکرائی۔وہ ویسی ہی تھی۔وہی بال۔وہی مسکراتا چہرہ۔وہی بے نیاز انداز۔اور ایک طرح سے دیکھا جائے تو وہ بالکل ویسی نہیں تھی۔

''آپ....کیسے؟؟ اتنے عرصے بعد؟''ششدر سے ایڈم نے چوکھٹ چھوڑ دی۔وہ مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔وہ اسے روک بھی نہ سکا۔وہ اتنا شل تھا۔

''میں نے سوچا تمہاری یادداشت واپس آجائے' پھر آؤں گی۔'' وہ طنزیہ کہتے ہوئے صوفے پہ بیٹھی۔ وہ متحیر سا اس کے پیچھے چلا آیا۔

''میری یادداشت.....'' لمحے بھر کو اسے بھول ہی گیا تھا۔ پھر سر جھٹکا۔ ''وہ تو بس....''

''ہاں ہاں.....وہ تو بس اپنے دوستوں کو خود سے دور رکھنے کا بہانہ تھا۔ اگر تم نے وہ سب نہ کیا ہوتا تو میں بہت پہلے آجاتی۔ گھر اچھا ہے تمہارا۔ کتنا کما لیتے ہو؟'' اب وہ گردن موڑ موڑ کے اس کے اپارٹمنٹ کا جائزہ لے رہی تھی۔ وزن کم ہوا تھا۔ عادتیں نہیں بدلی تھیں۔ ایڈم ایک دم ہنس دیا۔

''جیسے آپ اب تک میرے بینک اکاؤنٹس کو کنگھال نہیں چکی ہوں گی۔''

''میں تمہارے منہ سے سننا چاہتی ہوں۔'' وہ دلچسپی سے پوچھ رہی تھی۔ ''تاکہ مجھے بھی معلوم ہو کہ میرے دوست کتنے دولت مند ہیں۔''

''آپ میری دولت کی لالچ میں یہاں نہیں آئیں' داتن۔ آپ میرے لیے آئی ہیں۔'' وہ مسکرا کے اس کے سامنے بیٹھا۔

''اور میں آپ کو بتا نہیں سکتا کہ اس وقت میں کتنا خوش ہوں۔ کچھ دیر پہلے میں سوچ رہا تھا کہ میں خود میں کتنا اکیلا ہوں۔ لیکن نہیں۔ اچھا ہوا جو اتنے سال میں نے جھوٹے دوست نہیں بنائے۔ انسان کے دوست کم ہوں تو بھی وہ ایک نعمت ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے کھوٹے لوگوں سے محفوظ رکھا ہوتا ہے۔''

وہ اتنی صاف گوئی سے کہہ رہا تھا کہ داتن نے ابرو اچکا کے اسے دیکھا۔

''تم نے سچ بولنا نہیں چھوڑا' ایڈم بن محمد۔ میں سمجھی تھی اب تک اس دنیا سے کچھ سیکھ چکے ہو گے۔''

اور ایڈم بے اختیار ہنس دیا۔ ایک عرصے بعد اس کے سامنے کوئی آیا تھا جس کے لیے وہ ایک سلیبریٹی نہیں تھا۔ تالیہ کی بات اور تھی۔ لیکن داتن...داتن کے لیے وہ برابر کا ایک دوست تھا۔

☆☆=========☆☆

سکندر ان دونوں کو آتے دیکھ کے اندر اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔ ملازم اسے بلانے آیا تو وہ تیوریاں چڑھائے باہر آیا۔

تالیہ اس وقت لاؤنج کے ایک سنگل صوفے پہ بیٹھی تھی۔ دوسرے پہ فاتح بیٹھا تھا۔ وہ مسکرا کے سامنے بیٹھی جولیانہ کو تالیہ کے بارے میں بتا رہا تھا۔ جن دنوں وہ وان فاتح کی چیف آف اسٹاف تھی اور کس طرح وہ ہر کرائسز میں کوئی نہ کوئی حل نکال لیتی تھی۔ جولیانہ مسکرا کے سن رہی تھی۔ اس کے انداز سے تالیہ کا اعتماد بڑھا تھا۔ اور تب اس نے سکندر کو آتے دیکھا۔ اس

نے مسکرا کے سر کے خم سے سکندر کو گڈ ایوننگ بولا۔وہ بظاہر ایک اٹھارہ انیس برس کا لڑکا تھا لیکن اس کے ماتھے کے بل اتنے پکے تھے کہ تالیہ کی مسکراہٹ پھیکی پڑ گئی۔اس نے فوراً فاتح کو دیکھا۔فاتح نے سکندر کے انداز کو دیکھ لیا تھا لیکن کچھ کہا نہیں۔ وہ بہت وقار سے اس کو نظر انداز کر گیا تھا۔

لاؤنج میں ایک دم تناؤ کی سی کیفیت در آئی۔ایسے میں جولیانہ نے فضا کو خوشگوار بنانے کی کوشش کی۔

''مجھے خوشی ہے کہ آپ ہمارے گھر آئیں۔ مجھے تھوڑا تھوڑا آپ کا ہمارے گھر میں آنا یاد ہے۔''وہ آگے ہو کے بیٹھی' ہاتھ باہم ملائے قدرے شرما کے بولی۔

''مجھے بھی یاد ہے۔''سکندر سرد سا بولا۔''بالخصوص جب آپ ماما کے انتقال والے دن آئی تھیں۔شور کی آواز سارے گھر نے سنی تھی۔''

تالیہ کی رنگت زرد ہوئی۔اس نے فاتح کو دیکھا۔اس کے ماتھے پہ شکن در آئی تھی۔مگر سکندر اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔وہ تالیہ کی طرف متوجہ تھا۔

''ویسے آپ اتنے سال کہاں تھیں؟''لہجہ بالکل ٹھنڈا اور سپاٹ تھا۔

''میں جہاں تھی' اپنی مرضی سے نہیں تھی۔''وہ مدھم سا مسکرا کے بولی۔اس عورت میں ایک مقناطیسی قوت تھی۔وہ دیکھتی تھی تو سامنے والا خود بخود سب بھول کے اس کی طرف متوجہ ہو جاتا تھا۔لیکن سکندر کی آنکھوں کی چبھن غائب نہیں ہوئی۔

''میں نے سنا ہے آپ نے میری ماما کے سارے نوادرات بیچ دیے ہیں۔''

''ہاں۔وہ اب مجھ سے بہتر کلیکٹرز کی ملکیت ہیں۔میں ان کی حفاظت ویسے نہیں کر سکتی جیسے وہ کریں گے۔''

ماحول کا تناؤ بڑھتا جا رہا تھا۔فاتح خاموشی سے ان دونوں کو بات کرتے دیکھ رہا تھا۔تالیہ کنکھیوں سے اسے دیکھتی منتظر تھی کہ وہ اپنے بیٹے کو ٹوکے گا لیکن اس نے مداخلت نہیں کی۔

''بہت مہنگے بکے ہوں گے وہ۔''سکندر کا انداز عجیب تھا۔

''بہت۔''اس کی مسکراہٹ اب بالکل غائب ہو چکی تھی۔

''آپ خوش ہوں گی۔''

''میں کورٹ میں ایک کیس کا سامنا کر رہی ہوں۔ابھی خوشی منانے کا وقت نہیں ملا''وہ سپاٹ انداز میں بولی۔وہ جس طرح صوفے کے کنارے بیٹھی تھی' اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ شدید غیر آرام دہ محسوس کر رہی ہے۔

''معلوم نہیں آپ کی کب اس سے جان چھوٹے گی۔''سکندر کے کچھ بولنے سے پہلے جولیانہ تیزی سے بولی۔گویا تناؤ کم

کرنے کی ایک اور کوشش کی۔

''چھوٹ جائے گی۔'' فاتح نے اسی اطمینان سے کہا۔ ''ویسے بھی تالیہ ہمت نہیں ہارا کرتی۔''

تالیہ پھیکا سا مسکرا دی۔ اس کی شام بدمزہ ہو چکی تھی۔

''میں نے تالیہ کو اس لیے انوائیٹ کیا ہے کیونکہ....'' فاتح اسی نرم مگر سنجیدہ لہجے میں بولا۔ ''تالیہ ہمارے لیے فیملی ہے۔ اور میں تالیہ کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ اس گھر میں اس کے لیے جگہ ہمیشہ رہے گی۔''

سکندر نے محض کندھے اچکا دیے۔ جولیانہ نے مسکرا کے سر ہلا دیا۔ پھر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''میں آتی ہوں۔''

ان کو وہیں چھوڑ کے جولیانہ وہاں سے نکلی اور راہداری کی طرف چلی آئی۔ ایک کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھلا تو میشا کا چہرہ دکھائی دیا۔ وہ بالوں کو ہیئر بینڈ میں باندھتے ہوئے مسکرا کے بولی۔ ''آؤ جولی۔''

''امی سو گئی؟'' جولی نے پیچھے سے کمرے میں جھانکا۔ میشا نے مسکرا کے سر ہلا دیا۔ ''ہاں۔ کیوں؟ کوئی کام تھا؟''

''آپ باہر آ جائیں نا۔ تالیہ آئی ہے۔'' پھر وہ ہچکچائی۔ ''مجھے تالیہ کے آنے پہ کیسا فیل کرنا چاہیے؟''

''مطلب؟''

''مجھے لگتا ہے تالیہ اور ڈیڈ شادی کرنے جا رہے ہیں۔ اگر آپ کے والد سنگل ہوں اور آپ کو کسی لڑکی سے ملوائیں تو اس کا یہی مطلب ہوتا ہے نا۔''

''کیا تم خوش ہو؟'' میشا نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔ جولیانہ نے اس کے ہاتھ تھامے اور الجھن سے پوچھا۔

''کیا مجھے خوش ہونا چاہیے؟''

''ہاں، جولی۔ تمہیں ایک اچھی لڑکی کی طرح نہ صرف خوش ہونا چاہیے بلکہ ان کو سپورٹ کرنا چاہیے۔'' وہ سمجھانے والے انداز میں بولی۔ ''دیکھو میں ایک سنگل پیرنٹ ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ سنگل پیرنٹ ہونا کیسا ہوتا ہے۔ تمہاری ماما کی ڈیتھ کو بھی اتنے سال ہو گئے ہیں۔ تمہیں ان کی خوشی میں خوش ہونا چاہیے۔''

''ہاں۔ مجھے خوش ہونا چاہیے۔ ویسے بھی مجھے تالیہ اچھی لگتی ہے۔'' جولیانہ کھل کے مسکرا دی۔ ''اور اگر ڈیڈ اس کے ساتھ خوش ہیں تو میں بھی خوش ہوں۔''

اس کے پیچھے لاؤنج میں تناؤ کی کیفیت ویسے ہی برقرار تھی۔ پھر سکندر نے ایک دفعہ پھر سامنے بیٹھی تالیہ کو مخاطب کیا۔ فاتح نے بات کا آغاز پھر سے کرنا چاہا تو سکندر نے اچانک سے بات کاٹی۔

''ویسے آپ اس سے پہلے کیا کرتی تھیں؟''

''سکندر۔'' وان فاتح کا ضبط اب جواب دے گیا تھا۔ اس نے برہمی سے اسے تنبیہہ کی۔

''میں نے صرف ان کی جاب پوچھی ہے۔'' وہ شانے اچکا کے بولا۔

تالیہ مسکرائی۔ اب کے یہ مسکراہٹ مصنوعی نہیں تھی۔ تلخ تھی۔

''وہی کرتی تھی جس کے بارے میں اشعر نے تمہیں بتایا ہوگا۔ اور یقیناً بہت کچھ بتایا ہوگا۔''

اب کے فاتح نے قدرے تعجب بھری ناراضی سے تالیہ کو دیکھا۔ ''تالیہ! کیا ہم کسی اور موضوع پہ بات نہیں کر سکتے؟''

''مگر مجھے لگ رہا ہے کہ سکندر کو مجھ سے بہت سے سوال پوچھنے ہیں۔ آپ اسے پوچھنے دیں۔'' اس کا لہجہ اب کے زخمی تھا۔

سکندر نے ایک ناراض نگاہ باپ پہ ڈالی' پھر کچھ بڑبڑاتے ہوئے اٹھا اور سیدھا اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

تالیہ نے گلہ آمیز نظروں سے فاتح کو دیکھا۔

''آپ نے کہا تھا آپ کے گھر میں میرے لیے جگہ ہے۔'' کچھ دیر پہلے کی چمکیلی رات کا فسوں اب تک غائب ہو چکا تھا۔

''میں اب بھی یہی کہتا ہوں۔'' وہ آگے ہو کے بیٹھا اور اسی سنجیدگی سے تالیہ کو دیکھا۔ ''میری زندگی میں تمہاری جگہ کا تعین میں نے کرنا ہے۔ میرے بچوں نے نہیں۔ ہمیں اپنے فیصلے کسی دوسرے کے مطابق نہیں بدلنے ہوتے۔ دوسروں کو ان فیصلوں کے مطابق خود کو تبدیل کرنا ہوتا ہے۔''

وہ کچھ کہنے لگی لیکن خاموش ہونا پڑا۔ راہداری سے میشا اور جولیانہ چلتی آرہی تھیں۔

''چے تالیہ.... آپ کو یہاں دیکھ کے بہت خوشی ہوئی۔'' میشا گرمجوشی سے اس کے قریب آئی۔

تالیہ نے سپاٹ نظروں سے اسے دیکھا اور محض سر کے خم سے سلام کہہ دیا۔ وہ جو تیزی سے آگے آرہی تھی کہ تالیہ سے مصافحہ کرے' خفیف سی ہو کے وہیں رک گئی۔ پھر سر جھکا کے سلام کہا۔

''بیٹھیے میشا۔'' فاتح نے بغور اس کے انداز کو دیکھا اور پھر میشا کی خفت دور کرنے کو کہا۔ ''تالیہ.... یہ میشا ہیں۔ جولیانہ کی ٹیچر۔ اور ہمارے لیے فیملی کی طرح ہیں۔''

''جی۔ میں ان کو جانتی ہوں۔'' تالیہ کے چہرے پہ ایک تلخ مسکراہت در آئی۔ (فیملی کی طرح؟ واہ اتنا آسان ہے کسی کو فیملی بنالینا؟)

''جی۔ ہم نمائش پہ ملے تھے۔'' میشا سامنے والے صوفے پہ بیٹھی اور مسکرا کے کہنے لگی۔ وہ اخروٹی بالوں کو پونی میں باندھے ہوئے تھی۔ گلابی باجو کرنگ پہنے' سر پہ اسٹول اوڑھے وہ سادہ سے حلیے میں بھی کافی دلکش لگ رہی تھی۔

''آپ یہاں رہ رہی ہیں' مسز میشا؟'' تالیہ چبھتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ جولیانہ بغور تالیہ کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہی تھی۔ وہ میشا کے ساتھ صوفے پہ بیٹھ گئی تھی۔

''جی۔ کچھ دن کے لیے۔'' اس کی گہری چبھتی نظروں کے جواب میں میشا کی نظروں میں صرف اپنائیت اور سادگی تھی۔

(یہ سب ایک ناٹک ہے!) اس نے افسوس سے سر جھٹکا اور فاتح کی طرف متوجہ ہوئی۔

''کیا آپ کا سیکیورٹی پروٹوکول آپ کو خونی رشتے داروں کے سوا کسی اور کو یوں گھر میں ٹھہرانے کی اجازت دیتا ہے؟''

''یہ فیصلہ گھر کے سربراہ کو کرنا ہوتا ہے' تالیہ۔ سیکیورٹی آفیسر کو نہیں۔'' اب کے وہ تنبیہ کرنے والے انداز میں بولا۔ اسے جیسے تالیہ کے رویے کی سمجھ نہیں آرہی تھی۔

میشا کی خفت میں اضافہ ہونے لگا۔

''آپ لوگ بیٹھیں۔ میں بس سونے جا رہی تھی۔'' وہ اٹھنے لگی تو جولیانہ نے روک دیا۔

''آپ کہاں جا رہی ہیں؟ ڈیڈ نے کہا تھا سب کھانا اکٹھا کھائیں گے۔''

میشا متذبذب سی واپس بیٹھی۔ پھر سفید ساڑھی والی لڑکی کو دیکھا جو اسے یوں گھور رہی تھی جیسے اس کے اندر تک اتر جائے گی۔

''جی مسز میشا.... آپ بیٹھیے۔'' تالیہ انہی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''ویسے بھی مجھے آپ سے آپ کی فوٹوگرافز کے بارے میں ایک بات پوچھنی تھی۔'' ساتھ ہی وہ ذرا سا مسکرائی۔ اس کی مسکراہٹ سے ماحول کا تناؤ قدرے کم ہوا۔

فاتح کے ماتھے کی شکنیں بھی ڈھیلی ہوئیں۔ میشا کا چہرہ کھل اٹھا۔

''اوہ ریئلی.... آپ کو میرا کام کیسا لگا؟''

''بہت اچھا۔ کتنے عرصے میں یہ فوٹوگرافز کھینچی تھیں آپ نے؟''

''قریباً چھ ماہ میں۔'' وہ خوش دلی سے بتانے لگی۔ ''مجھے گھوڑے بہت اچھے لگتے ہیں۔ میں جہاں کوئی گھوڑا دیکھتی اس کی تصویر کھینچ لیتی۔''

''انٹرسٹنگ۔ ویسے آپ نے کبھی گھوڑے پالے ہیں؟''

میشا نے نفی میں سر ہلایا۔ ''نہیں۔''

''میں نے پالے ہیں۔'' وہ نظریں میشا سے ہٹائے بغیر بولی۔ ''اور جو گھوڑے نہیں پالتا اس کو لگتا ہے کہ سارے گھوڑے ایک جیسے ہوتے ہیں۔ جیسے دوسری قوموں کے لوگ ہمیں ایک جیسے لگتے ہیں۔ سارے چائینیز' سارے افریقی ایک سی شکلوں

والے لگتے ہیں لیکن ان میں رہو تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک کی شکل مختلف ہے۔ایسے ہی ہر گھوڑے کا چہرہ اور جسم مختلف ہوتا ہے۔ مجھے گھوڑوں کی شکلیں یاد رہتی ہیں۔''

''اچھا۔گڈ۔'' میشا کو جیسے اس کی بات کی سمجھ نہیں آئی تھی۔تالیہ کی بات ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔

''یو نو...میں ویسے ہی ایک سنگاپورین فوٹوگرافر پیٹر ہوانگ کا کام دیکھ رہی تھی۔ وہ بھی سیاہ گھوڑوں کی تصاویر لیتا ہے۔آپ کی اور اس کی تصاویر میں صرف پس منظر کا فرق تھا۔گھوڑے ایک سے تھے۔ان کے کھڑے ہونے کا انداز تک ایک ہی تھا۔''

''آپ کہہ رہی ہیں کہ میں دوسرے فوٹوگرافرز کا کام چراتی ہوں۔'' میشا افسوس سے بولی۔اس کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔

''میں یہ کہہ رہی ہوں کہ مجھے سیاہ اور سفید دونوں گھوڑوں کی پہچان ہے۔''

''تالیہ۔'' فاتح نے تعجب سے تنبیہہ کی۔وہ کسی اور مقصد کے لیے اکٹھے ہوئے تھے مگر گفتگو غلط سمت جا رہی تھی۔

''ایک ہی گھوڑے کی تصویر دو لوگ بھی لے سکتے ہیں۔'' جولیانہ ناگواری سے بولی۔وہ شام بد سے بدتر ہوتی جا رہی تھی۔

تالیہ کچھ کہنے لگی کہ میشا سنجیدگی سے بولی۔

''پیٹر کے گھوڑے کا نام رزالی ہے۔اور پیٹر میرا اچھا دوست اور استاد رہا ہے۔'' میشا نے فون پہ بٹن دبائے۔اور ایک تصویر نکال کے اس کے سامنے کی۔''یہ پیٹر کھڑا ہے میرے ساتھ اس کی نمائش پہ۔وہ مجھے گائیڈ کرتا رہتا ہے۔آپ اس سے بھی پوچھ سکتی ہیں۔میں نے صرف اس کے گھوڑے کی تصاویر بنائی ہیں۔اس کا کام نہیں چرایا۔'' وہ سنجیدگی سے وضاحت دے رہی تھی۔فاتح نے افسوس سے اسے دیکھا۔تالیہ کا چہرہ سپاٹ تھا۔اس نے محض شانے اچکائے۔

''آپ نے اپنا ہوم ورک کر رکھا ہے۔میں کیا کہہ سکتی ہوں۔''

''چے تالیہ....آپ شاید مجھے پسند نہیں کرتیں۔'' میشا ٹھہرے ہوئے انداز میں بولی۔''یا آپ کو میری طرف سے کوئی غلط فہمی ہے شاید۔ مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے آپ کی شام تلخ ہو رہی ہے۔میں اب سونے جاتی ہوں۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولی۔''مجھے ویسے بھی یہاں رہنا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔میں صبح یہاں سے اپنی بیٹی کے ساتھ موو کر جاؤں گی۔آپ اپنا دل میری طرف سے صاف کر لیں کیونکہ اللہ شاہد ہے....میں نے ہمیشہ آپ کی حمایت کی ہے۔'' وہ باوقار انداز میں اپنی صفائی دیتے ہوئے سب کو شب بخیر کہہ کے مڑ گئی۔

''میری حمایت؟'' تالیہ نے ابرو اٹھایا۔اسکے تاثرات ویسے ہی تھے۔میشا گہری سانس لے کر پلٹی جیسے اب اس کے تفتیشی انداز سے تنگ آ گئی ہو لیکن مہمان ہونے کی وجہ سے لحاظ کر رہی ہو۔

''آپ جولیانہ سے پوچھ سکتی ہیں۔ کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ جولیانہ عدالت میں آپ کے حق میں گواہی دے؟''

فاتح نے بے اختیار پیشانی کو چھوا۔ ہر شے جیسے تلپٹ ہو کے رہ گئی تھی۔

''عدالت؟'' تالیہ نے چونک کے فاتح کو دیکھا۔

''مسز میشا.....آپ ریسٹ کریں۔ میں ہینڈل کرلوں گا۔'' فاتح کے کہنے پہ میشا سنجیدہ چہرے کے ساتھ وہاں سے رخصت ہوگئی لیکن تالیہ مراد اپنی نشست پہ سیدھی ہو کے بیٹھ گئی تھی۔

''یہ کیا کہہ رہی تھی' فاتح؟''

جولیانہ نے ایک ناراض نظر تالیہ پہ ڈالی اور اٹھ کے میشا کے پیچھے چلی گئی۔

''تالیہ کیا میں تم سے اکیلے میں بات کرسکتا ہوں؟'' وہ جواب تک خاموشی سے ضبط کررہا تھا' اٹھتے ہوئے بولا اور اسٹڈی کی طرف بڑھ گیا۔ اپنے کمرے کے دروازے کی جھری سے سکندر نے ان دونوں کے بگڑے تاثرات کے ساتھ اسٹڈی کی طرف جاتے دیکھا اور ہلکا سا مسکرایا۔

''ایسا کیا ہے جو میں نہیں جانتی؟'' وہ دونوں اسٹڈی میں آئے تو تالیہ برہمی سے بولی۔ وہ اس کی طرف گھوما اور اس سے زیادہ تلخی سے بولا۔

''یہ کس طرح کا سلوک تھا تالیہ؟ میں تمہیں اپنی فیملی کا حصہ بنانا چاہتا ہوں اور تم....''

''مجھے آپ کی فیملی کا حصہ بننے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ لیکن آپ کو بچانے کی ایک کوشش کرنا چاہتی تھی۔ یہ عورت...'' اس نے ہاتھ سے بند دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ ''یہ عورت فراڈ ہے۔ کون وومن ہے۔ آپ کو دعویٰ تھا کہ آپ اپنے گھر میں داخل ہونے والی عورتوں کی نیت سمجھ جاتے ہیں۔ آپ کی وہ حس اب بے کار ہوتی جارہی ہے۔''

''یا اللہ.....اس بے چاری نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟'' اس نے ماتھے کو چھوا۔ ''ہم اس کو دو سال سے جانتے ہیں۔ وہ کوئی فراڈ نہیں ہے۔ وہ میری بیٹی کی ٹیوٹر ہے۔ برے وقت میں اس نے ہمارا ساتھ دیا ہے۔''

''وہ ایک بہروپیہ ہے اور آپ کو نقصان دینے کے لیے آپ کی زندگی میں داخل ہوئی ہے۔''

''اس کی سیکیورٹی کلیئرنس بہت دفعہ ہوچکی ہے۔ ایسی کوئی بات ہوتی تو سامنے آجاتی۔''

بجلی زور کی کڑکی۔ ایسے جیسے دور کہیں کسی کے دل پہ گری ہو۔

''یعنی میری بات پہ آپ کو یقین نہیں ہے؟''

''تم یہ بات کس بنیاد پہ کہہ رہی ہو؟'' وہ اب کے گہری سانس لے کر بولا۔ ''اگر یہ عورت واقعی فراڈ ہے تو اس کی پوری

تفتیش کی جائے گی۔ مجھے کوئی ٹھوس وجہ دو ورنہ میں کیسے ایک مظلوم عورت کو مشکوک قرار دے کر سیکیورٹی ایجنسیوں کو اس کے پیچھے لگا دوں؟''

''مطلب وہی نا۔ تالیہ کے قول پہ آپ کو یقین نہیں ہے۔'' وہ بے بسی بھرے غصے سے بولی۔ وہ دونوں اسٹڈی کے وسط میں آمنے سامنے کھڑے تھے۔ دونوں کے چہرے تلخ تاثرات کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔ کھڑکی کے شیشے پہ بارش کے قطرے ایک دم تڑتڑاتے ہوئے گرنے لگے۔

''تمہیں کیوں لگا کہ وہ کوئی فراڈ ہے؟''

''کیونکہ اسے ذوالکفلی نے بھیجا ہے۔ تالیہ مراد کے سانچے پہ تراش کے تاکہ اسے آپ کی زندگی میں داخل کر سکے۔''

''کیا تم نے ذوالکفلی سے اس بارے میں پوچھا ہے؟'' وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

''ہاں۔ اور ظاہر ہے اس نے انکار کر دیا.....لیکن میں جانتی ہوں یہ اسی کا کام ہے۔''

فاتح نے ملال سے سر جھٹکا۔ کھڑکیوں پہ برستی بوندوں کی آواز تیز ہو گئی تھی۔

''تم چھ سال پہلے والے دور میں جی رہی ہو جب ذوالکفلی ہمارا دشمن تھا۔ تم یہ بات تب کہتی تو میں مان جاتا۔ لیکن اب اس بات کو برسوں گزر چکے ہیں۔ پلوں کے نیچے سے بہت سا پانی گزر چکا ہے۔''

تالیہ بے بسی بھرے غصے سے اسے دیکھے گئی۔ اس کی چمکیلی شام کو کسی نے جلا کے راکھ کر دیا تھا۔

''آپ کو نہیں ماننا۔ آپ نہ مانیں۔ مگر مجھے بتائیں میشا کیا کہہ رہی تھی۔''

''وہ جولیانہ کی بات کر رہی تھی۔'' فاتح نے سر جھٹکا اور میز کے دوسری جانب آیا۔ ایک کھڑکی کھلی تھی۔ اس سے پانی اندر آ رہا تھا۔ ''جب وہ کیک آتے تھے تو جولیانہ انہیں دیکھتی تھی۔ ان پہ آئیسنگ نہیں ہوتی تھی۔ یعنی آئیسنگ بعد میں چھڑکی جاتی تھی۔'' وہ کھڑکی بند کرتے ہوئے کہہ رہا تھا اور وہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔

''اور آپ خاموش رہے؟''

''اس نے مجھے بھی بہت عرصے بعد بتایا تھا۔ اور جولیانہ نفسیاتی طور پہ بہت کمزور ہے۔ وہ کبھی عدالت جا کے گواہی نہیں دے سکتی۔ اور اگر وہ بیان بھی دے تو میڈیا اس کو اتنے برس خاموش رہنے کی بہت بری سزا دے گا۔ وہ خبروں کا مرکز بن جائے گی۔ وہ اس سب کو برداشت نہیں کر سکے گی۔ وہ میری بیٹی ہے تالیہ اور.....''

''میں یہ نہیں کہہ رہی کہ جولیانہ میرے لیے گواہی دے۔ میں اتنی ظالم نہیں ہوں۔ لیکن آپ خاموش رہے۔ میرے سامنے۔ آپ نے مجھے یہ بات کیوں نہیں بتائی؟'' وہ بے یقین تھی۔

''کیونکہ یہ ضروری نہیں تھا۔ جب اس نے گواہی ہی نہیں دینی تو اس کا کیا فائدہ ہوتا؟''

تالیہ نے دکھ سے اسے دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ ''آپ نے تالیہ کو بچانے کی کوشش کب کی ہے؟''

باہر بار بار بجلی چمکتی۔ سارا لان روشن ہو جاتا۔ اور پھر وہی اندھیرا چھا جاتا۔ روشنی کی زندگی بہت کم تھی۔

''اوہ.... تم واقعی ایسا سمجھتی ہو؟'' فاتح کو اس کی بات سے جیسے دھکا سا لگا۔ ''جب سلطان نے اس ننھے بچے کو مارا تھا تو کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ میں تمہیں بچاؤں؟ کیا میں نے تمہارے لیے چابی حاصل نہیں کی تھی؟''

''آپ نے وہ سب اپنے لیے کیا تھا۔ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ آپ نے یان سوفو سے کیا سودا کیا تھا۔''

فاتح نے افسوس سے اسے دیکھا۔ ''تمہیں مجھ پہ بھروسہ ہونا چاہیے تھا۔''

''کیا آپ کو مجھ پہ بھروسہ ہے؟ نہیں۔ آپ ہمیشہ میرے علم میں لائے بغیر فیصلے کر لیتے ہیں' فاتح۔ میرے باپ سے سودا کرنا ہو یا یان سوفو سے.... آپ مجھے بتانا ضروری ہی نہیں سمجھتے۔ آپ فیصلہ کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دنیا اس کے مطابق خود کو بدلے۔ یان سوفو ٹھیک کہتی تھی۔ آپ خود غرض ہیں۔''

''کیا صرف میں ہوں جو ہر بات نہیں بتاتا؟ جب تم ایڈم کی دوا کے لیے اپنے باپ کے واپس واپس جانا چاہتی تھیں تو کیا تم نے مجھے بتایا تھا؟''

''اس بات سے آپ کا تعلق نہیں تھا۔ جولیانہ والی بات سے میرا تعلق تھا۔ آپ کو مجھے بتانا چاہیے تھا۔ لیکن آپ مجھے کبھی نہیں بچائیں گے۔'' وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگی۔ ''ایک میں کم عقل ہوں جو آپ کو اس عورت سے بچانے کی کوشش کر رہی تھی۔''

''تھینک یو۔ میں اپنا خیال خود رکھ سکتا ہوں۔ میں دو دفعہ الیکشن جیتا ہوں اور تب میرے ساتھ تم نہیں تھیں۔''

بارش اتنی زور سے برس رہی تھی گویا پانی دیواریں توڑ کے اندر آ گھسے گا۔

وہ چند لمحے اسے غم اور غصے سے دیکھتی رہی۔ وہ بھی ایسی ہی شاکی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''آپ کی زندگی میں میری جگہ نہیں ہے۔ نہ آپ کو میری ضرورت ہے۔''

''کیونکہ تمہارے لیے میں ہمیشہ ایک ایسا سیاست دان رہوں گا جو تمہاری پیٹھ پیچھے لوگوں سے سودے کر لیتا ہے۔'' وہ تلخی سے بولا۔ باہر برستی بارش کی آواز میں بادلوں کی گرج بھی شامل ہو گئی تھی۔

''جب ایسا ہی کرنا تھا تو مجھے یہاں بلانے کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن اچھا کیا۔ مجھے بلا لیا۔ میرے لیے فیصلہ آسان ہو گیا۔'' وہ الٹے قدموں پیچھے ہٹتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''میں نے کہا تھا کہ آج کی شام کے اختتام پہ میں آپ کو اپنا جواب

دے دوں گی۔ تو میرا جواب بھی سن لیں۔'' وہ زخمی لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''میری زندگی میں بھی' فاتح' آپ کی اب جگہ نہیں رہی۔ ہمارے درمیان وقت آچکا ہے۔''

یہ کہہ کے وہ اپنی سفید ہیلد پہ الٹی گھومی۔ دروازے کا ہینڈل گھما کے کھولا۔ پھر کچھ سوچ کے گردن موڑی۔

''میں آپ کو ڈائیوورس پیپرز بذریعہ ڈاک نہیں بھیجوں گی۔ خود لے آؤں گی۔ سائن کر دیجیے گا۔''

''تم ایک دفعہ پھر حالات کا سامنا کرنے کی بجائے فرار اختیار کر رہی ہو۔ جیسے تم ہمیشہ کرتی ہو'' وہ بھی اتنی ہی تلخی سے بولا۔ تالیہ تیزی سے باہر نکل آئی۔ اس کی آنکھیں نم ہو چکی تھیں۔ مگر اس نے ان کو رگڑ دیا۔

باہر سیڑھیوں کے قریب جولیانہ اور سکندر سر جوڑے کھڑے تھے۔ انہوں نے ان دونوں کی اونچی آوازیں بارش کے شور میں بھی سن لی تھیں۔ تالیہ بیرونی دروازے کی طرف جاتے جاتے ان کے قریب رکی۔

''میں جانتی ہوں کہ تم سمجھتے ہو' میں نے تمہاری ماں کا قتل کیا تھا۔'' سکندر کو دیکھ کے وہ ایک ایک لفظ پہ زور دے کر بولی۔ ''میری طرف سے تم کیا بلکہ سارا ملک بھی یہ سمجھتا رہے تو تالیہ مراد کو فرق نہیں پڑتا۔ فائن بائے می۔''

سکندر لاجواب سا ہو گیا۔ کچھ کہنے کے لیے لب کھولے مگر کہہ نہیں سکا۔ وہ پہلے ہی کہہ چکی تھی کہ اسے فرق نہیں پڑتا۔

''اور تم سمجھتی ہو کہ میں کوئی گولڈ ڈگر ہوں۔'' اس نے اب کے سنجیدگی سے جولیانہ کو دیکھا۔ ''جو تمہارے ڈیڈ کی زندگی میں داخل ہو کے فائدہ اٹھانا چاہتی ہے۔ مگر بے فکر رہو۔ تمہارے ڈیڈ کے پاس ایسا کچھ نہیں ہے جو میرے باپ کے پاس نہیں تھا۔ جانتی ہو میرے بابا کون تھے؟''

جولیانہ جو بس اسے دیکھے جا رہی تھی۔ نفی میں سر ہلا کے رہ گئی۔

''میرے بابا اپنے ملک کے امیر ترین آدمیوں میں سے ایک تھے۔ اور جب وان فاتح اس اجنبی ملک میں گئے جہاں کوئی ان کو نہیں جانتا تھا تو وہ میرے بابا کے پاس ملازمت کرنے لگے۔'' اس نے انگوٹھی والی انگلی سے سینے پہ دستک دی۔ ''میرے بابا کے پاس۔ وان فاتح کو اس اجنبی ملک میں شناخت میرے بابا نے دی تھی۔''

''امریکہ میں؟'' جولیانہ سانس روکے' آنکھیں تحیر سے پھیلائے اسے دیکھ رہی تھی۔

''اپنے ڈیڈ سے پوچھ لینا۔ وہ اس بات کا انکار نہیں کر سکیں گے۔ میں نے کہا نا' تمہارے گھر میں ایسا کچھ نہیں ہے جو میں زندگی میں پہلے نہیں دیکھ چکی۔'' یہ کہہ کے وہ آگے بڑھ گئی۔ اب وہ مزید ایک لمحہ اس گھر میں نہیں رک سکتی تھی جس کے مکینوں کے دل میں اس کے لیے جگہ نہیں تھی۔ سارے فیصلے آسان ہو گئے تھے۔

''اس نے کہا..... ڈائیورس پیپرز۔'' جولیانہ ابھی تک ہکا بکا تھی۔ ان دونوں نے اسٹڈی سے آتی لڑائی کا اختتام بہت واضح

سنا تھا۔ ''کیا ڈیڈ اور تالیہ نے شادی کر لی تھی؟''

''ایش نے کہا تھا ایسا کچھ ضرور ہو گا ان کے درمیان۔ لیکن اگر ایسا ہے بھی تو فکر نہ کرو۔ وہ ختم ہونے والا ہے۔'' سکندر نے تسلی آمیز انداز میں گہری سانس لی۔

جولیانہ کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ تالیہ تو چلی گئی تھی لیکن ان کے گھر کا ماحول مکدر ہو چکا تھا۔

باہر بارش اسی طرح تڑا تڑ برسے جا رہی تھی۔

☆☆=========☆☆

ایڈم بن محمد کے اپارٹمنٹ کی اونچی کھڑکیوں پہ بھی بارش کی بوندیں گر رہی تھیں۔ شہر کے اس حصے میں البتہ ان کی شدت ہلکی تھی۔ بادلوں کی گرج کی آواز بھی نہ آتی تھی۔ یہاں بارش قہر بن کے نازل نہیں ہوئی تھی۔ یہاں وہ نرم پھوار کی صورت برس رہی تھی اور ایسے میں گرما گرم کافی کی مہک نے ماحول کو مزید خوبصورت بنا دیا تھا۔

''مجھے نہیں یاد میں نے آخری دفعہ کس کے لیے کافی بنائی تھی۔'' اوپن کچن سے نکلتے ایڈم کے ہاتھ میں دو گرما گرم مگ تھے اور وہ مسکراتے ہوئے لاؤنج میں آتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ایک مگ صوفے پہ بیٹھی داتن کو پکڑایا اور خود سامنے بیٹھا۔

''میں تو کافی بنانا بھول چکا تھا۔''

داتن نے ایک گھونٹ بھرا۔ پھر ماتھے پہ شکنیں ڈالیں ''ہاں۔ پتہ چل رہا ہے۔''

ایڈم نے برا منائے بغیر ٹانگ پہ ٹانگ جمائی اور مسکرا کے گھونٹ بھرتے ہوئے اسے دیکھا۔ ''آپ کے بچے کیسے ہیں؟''

''ان کو پیسے بھیجتی رہتی ہوں۔ اس لیے خوش ہیں مجھ سے۔''

''اتنی تلخ نہ ہوں۔ ہم سب کسی نہ کسی رشتے کے معاملے میں قلاش ہوتے ہیں۔'' وہ ہلکا پھلکا نظر آ رہا تھا۔ پھر سرسری سا پوچھا۔ ''چے تالیہ سے ملیں آپ؟''

''ہاں۔ کل سے اس کے ایک واہمے کی تحقیق میں لگی ہوں۔'' وہ برے منہ کے ساتھ میشا والا قصہ بتانے لگی۔

''میشا کے بارے میں کچھ منفی نہیں ملا؟'' ایڈم حیران ہوا۔ ''لیکن وہ تو کون آرٹسٹ تھی۔ کچھ تو ملنا چاہیے تھا۔''

''تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ واقعی فراڈ ہے؟''

ایڈم سوچ میں پڑ گیا۔ ''مجھے چے تالیہ نے ایسا کہا تو کچھ دیر کے لیے میں بھی ان کی بات مان گیا۔ لیکن.... دو سال ایک لمبا عرصہ ہوتا ہے۔'' پھر وہ چونکا۔ ''کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ چے تالیہ وہی دیکھ رہی ہیں جو وہ دیکھنا چاہتی ہیں؟''

''میرا بھی یہی خیال ہے۔ وہ یہ قبول نہیں کر پا رہی کہ فاتح کو اس کی ضرورت نہیں رہی۔'' پھر اس نے کافی کا گھونٹ

بھرتے ہوئے بغور ایڈم کو دیکھا۔ ''تم بتاؤ... تمہاری زندگی کیسی جا رہی ہے؟''

''دکھ نہیں رہیں؟ سب کچھ تو ہے میرے پاس۔ خوش ہوں۔ مزے میں ہوں۔''

داتن نے افسوس سے اسے دیکھا۔

''میں بڑے فخر سے کہا کرتی تھی کہ ایڈم بن محمد ہمیشہ سچ بولتا ہے۔''

''آپ کی کہی اکثر باتیں سچ نہیں نکلتیں۔''

''نہیں بتایا تم نے اس کو؟'' داتن کے سوال نے اسے چپ کرا دیا۔ لاؤنج میں سناٹا چھا گیا۔ بارش کی بوندوں کی ہلکی سی آواز بھی خاموش ہوگئی۔ یہ ایڈم کے اندر کا سناٹا تھا جو ایک دم سارے پہ چھا گیا تھا۔

''کوشش کی تھی۔ لیکن پھر ہم کئی سال کے لیے الگ ہو گئے اور اس بارے میں بات نہیں کر سکے۔''

''میں سمجھی تھی اب تک تم اپنے لیے لڑنا سیکھ چکے ہو گے۔ لیکن تم ایڈم... تم اب بھی خود کو سیکنڈ بیسٹ سمجھتے ہو۔ اسی لیے تم اس کو کچھ نہیں بتا پاتے۔ کب نکلو گے اپنے احساس کمتری سے؟''

''اور اگر میرے بتانے سے وہ بھی ختم ہو گیا جو میرے اور چے تالیہ کے درمیان ہے؟ اگر ہمارے درمیان معاملات اتنے آکورڈ ہو گئے کہ ہم بات کرنے سے بھی رہ گئے تو؟''

''تو چھے سال تک سب ایسا ہی تھا۔ اس کے بغیر مر تو نہیں گئے تم۔ ہٹے کٹے ہو۔ کما رہے ہو۔ کام کر رہے ہو۔'' وہ جل کے بولی۔

''داتن۔'' ایڈم نے مگ رکھا اور سنجیدگی سے پوچھا۔ ''سچ سچ بتائیں۔ اگر میں ان کو سب بتا دوں... اور ان سے انتخاب کرنے کے لیے کہوں تو کیا وہ مجھے چنے گی؟''

''نہیں۔'' داتن سوگواریت سے بولی۔ ''لیکن میری کہی اکثر باتیں سچ نہیں نکلتیں۔''

ایڈم کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔ چہرہ بجھ گیا۔ ''لیکن اگر انہوں نے مجھے نہیں چننا تو میں یہ بات ان سے کیوں کہوں؟''

''اگر وہ تمہارا انتخاب کرے گی تو تمہیں محبت مل جائے گی۔ نہیں کرے گی تو کلوژر مل جائے گا۔ موو آن کرنے کے لیے کلوژر سب کو چاہیے ہوتا ہے۔ اور پھر... تمہارے پاس کھونے کو کیا ہے؟'' داتن کی بات پہ وہ خاموش ہو گیا۔ اس کے اندر کا سناٹا اب بولتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔

☆☆=========☆☆

حالم کا اپارٹمنٹ رات کے اس پہر خاموش پڑا تھا۔عمارت کی بیرونی دیواروں پہ گرا بارش کا پانی اب تک سوکھ چکا تھا۔کھڑکیوں پہ جمی ہوئی سفید لڑیاں نظر آ رہی تھیں۔طوفان خود رخصت ہو گیا تھا لیکن اپنا نشان چھوڑ گیا تھا۔

داتن اندر داخل ہوئی تو ایسی ویرانی تھی اس گھر میں کہ دل ہول جاتا۔لونگ روم کی کھڑکیاں کھلی تھیں اور ہوا اندر آ رہی تھی۔ بالکونی کی منڈیر پہ پرندے بیٹھے تھے۔آہٹ پہ اڑ گئے۔جانے کون سے پرندے تھے اور یہاں کیوں آئے تھے۔

داتن کچھ دیر اندھیر لونگ روم میں کھڑے رہی۔ساری بتیاں بجھی تھیں۔صرف نیچے سڑک سے آتی ٹریفک کی روشنی یا اردگرد کی روشن عمارتوں کے باعث کمرے کے خدوخال نظر آتے تھے۔

سفید ساڑھی والی تالیہ بڑے صوفے سے کمر ٹکائے فرش پہ بیٹھی تھی۔بازو گھٹنوں کے گرد لپیٹے وہ گم صم سی بیٹھی تھی۔ڈھیلے جوڑے سے الجھی الجھی لٹیں باہر نکل رہی تھیں۔داتن کی نظریں اس کی سفید ہیلز تک گئیں جو مخالف سمتوں میں اتار کے پھینکی گئی تھیں۔زیورات میز پہ لاوارث پڑے تھے۔وہ خود کو ہیروں کی قید سے آزاد کیے اداس بیٹھی تھی۔

''میں سمجھی تھی کہ ایک زمانہ گزر چکا ہے۔''داتن سوگواریت سے بولی۔''اب میں حالم کے گھر میں داخل ہوں گی تو منظر مختلف ہوگا۔نیا گھر۔نئی زندگی۔لیکن پرانی تالیہ....''

تالیہ نے بھیگا چہرہ اٹھایا۔

''تالیہ کبھی کسی کی نظر میں معتبر نہیں ہوگی۔''

''اور پرانے مسئلے۔'' داتن نے فقرہ مکمل کیا اور اپنا پرس میز پہ رکھا۔خود صوفے پہ آ بیٹھی۔تالیہ کے بالکل ساتھ۔پھر ترحم سے اس کا چہرہ دیکھا۔''میں نے کہا تھا نا۔موسم کے تیور اچھے نہیں ہیں۔''

''اس گھر میں میرے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔''وہ گھٹنوں پہ تھوڑی رکھے بھیگی آنکھوں سے دیوار کو دیکھتے ہوئے بولی۔

''ہوا کیا تھا؟''

''ان کے بیٹے نے مجھے میرا ماضی یاد کرایا۔بیٹی نے چند لمحے تک مجھے پسند کیا لیکن جیسے ہی میں نے ان کو ان کے گھر میں سجی نقلی پینٹنگ کی حقیقت بتانی چاہی وہ سب میرے خلاف اکٹھے ہو گئے۔''

''اور فاتح سے جھگڑا کیوں ہوا؟''

''اب تو یاد بھی نہیں کہ کس بات پہ جھگڑا ہوا۔بس اتنا یاد ہے کہ ان کے پاس میرے لیے کوئی مقام نہیں ہے۔''

کھلی کھڑکیوں سے آتی ٹھنڈی ہوا سے زمین پہ گرا اس کی ساڑھی کا سفید پلو پھڑپھڑانے لگا۔داتن کی نظریں اس کی ساڑھی پہ پھسلیں۔

''اور تمہارا دل ٹوٹ گیا؟ کیونکہ تم فاتح کو بچا نہیں سکی۔تم اچھی تالیہ ہو اب۔اور تمہاری ذمہ داری ہے سب کی زندگی بچانا۔تمہارا دل ٹوٹنا ہی تھا۔''

''تو پھر میں اور کیا کرتی 'داتن؟'' وہ رندھی آواز میں کہتے ہوئے اندھیرے کو دیکھ رہی تھی۔''میں کیسے اپنے سفید گھوڑے پہ دھبہ لگنے دے سکتی تھی؟''

''سفید گھوڑا؟''

''کیا تم کتابیں نہیں پڑھتیں' داتن؟ کتابوں میں لوگوں کو ان کا خوشگوار انجام صرف تب ملتا ہے جب سفید گھوڑے والا شہزادہ آتا ہے اور سب کو بچا لیتا ہے۔تالیہ وہی Saviour ہے....اسے اپنی کہانی کے کرداروں کے دل بھی جیتنے تھے اور انہیں بچانا بھی تھا۔لیکن تالیہ کے گھوڑا داغدار ہو گیا کیونکہ وہ ایسا نہیں کر سکی۔سفید گھوڑے والوں کا ماضی داغدار نہیں ہونا چاہیے نہ ان کی زبان سے تلخ انکشاف ہونے چاہیے ہیں۔''

''یعنی کہ Princess Charming۔'' داتن نے گہری سانس لی اور پھر آہستہ سے بولی۔

''لیکن کیا میں تمہیں حقیقت بتاؤں تالیہ؟''

''ہوں؟'' تالیہ نے بھیگی آنکھیں اٹھا کے اسے دیکھا۔

''ہماری دنیا میں سفید گھوڑے نہیں ہوتے۔''

اس کی آواز ٹھنڈے گھر کی دیواروں سے پلٹ پلٹ کے سنائی دی۔

تالیہ کی آنکھ سے ایک آنسو ٹپکا اور گال پہ لڑھک گیا۔

''سنا تم نے؟ اس دنیا میں کسی کا گھوڑا سفید نہیں ہے۔اور تم سفید گھوے والی شہزادی نہیں ہو جو سب کو بچا لے گی تو اس کو اس کی ہیپی اینڈنگ مل جائے گی۔تمہیں کسی کے اپروول کی ضرورت نہیں ہے۔نہ فاتح کے' نہ اس کے بچوں کے۔تم اپنے اصل سے نہ بھاگو۔''

''یعنی میں اپنی پرانی زندگی کی طرف چلی جاؤں؟''

''میں یہ نہیں کہہ رہی۔تم نے جرائم چھوڑ دیے۔جھوٹ چھوڑ دیے۔اچھا کیا۔ہر ایک ایسا نہیں کر سکتا۔لیکن تالیہ اپنا آپ نہیں چھوڑ سکتی۔اسے چھوڑنا بھی نہیں چاہیے۔''

''اور تالیہ کون ہے؟'' ٹھنڈی ہوا بار بار اس کے چہرے پہ بال بکھیر دیتی لیکن تالیہ ان کو پیچھے نہیں ہٹا رہی تھی۔

''تالیہ ایک معتبر لڑکی ہے۔اپنی نظروں میں معتبر لڑکی۔'' داتن نے نرمی سے اس کے ہاتھ تھامے۔''صرف ایک شخص ہے

جسے تالیہ کو معاف کرنے کی ضرورت ہے اور وہ ہے خود تالیہ مراد۔ تم نے صرف خود کو معاف کرنا ہے اور تمہیں تمہاری پیپی اینڈنگ مل جائے گی' تالیہ۔''

''کیا میں اپنی کہانی کا white knight نہیں ہوں' داتن؟

''ہم سب اپنے اپنے وائٹ نائٹ خود ہوتے ہیں۔ لیکن ہمیں صرف اپنا ہی وائٹ نائٹ بننا چاہیے۔ تمہیں ساری دنیا کو بچانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں ساری دنیا کی نظروں میں ہیرو بننے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔''

''اگر مجھے فاتح کے ساتھ رہنا ہے تو کیا مجھے ان سے جڑے لوگوں کی محبت نہیں چاہیے؟'' وہ کسی بچے کی طرح سوال کر رہی تھی۔

''نہیں' تالیہ۔ تمہیں صرف فاتح کی محبت چاہیے۔ تمہیں خود کو معاف کر کے اپنی زندگی بنانی ہے۔ تم فاتح کو نہیں چھوڑ سکتیں صرف اس لیے کہ اس کے بچے تمہیں پسند نہیں کرتے۔''

''بہت سی باتیں جمع ہو گئی ہیں۔ صرف ایک یہ بات نہیں ہے۔'' تالیہ نے آنکھیں موند لیں۔ کرب سا کرب تھا جو اندر باہر چھایا تھا۔ ''میں کیا کروں؟''

''فاتح کیا کہتا ہے؟''

''وہ کہتا ہے کہ میں ہمیشہ فرار اختیار کرتی ہوں۔''

''کیا درست کہتا ہے؟''

''شاید۔ میں ہمیشہ فرار ہی تو اختیار کرتی ہوں۔ گھائل غزال کی حقیقت نہیں بتائی ان کو۔ فاتح کی یادداشت کھونے پہ خاموشی سے ایک عرصہ ان کی اسٹاف بنی رہی۔ ان کو بتائے بغیر ایڈم کے ساتھ قدیم ملاکہ جا رہی تھی میں۔''

''اور کیا تمہیں تمہاری پیپی اینڈنگ مل گئی؟''

تالیہ نے نفی میں گردن ہلائی۔

''اگر تم وہی غلط انتخابات کرتی رہو گی' تو تمہیں کبھی تمہاری پیپی اینڈنگ نہیں ملے گی۔ پیپی اینڈنگ درست فیصلے کرنے والوں کو ملا کرتی ہے۔ تم نے اب نہیں بچانا فاتح کو یا کسی اور کو۔ اب تم صرف خود کو بچاؤ گی۔ اب تم خود کو معاف کرنا سیکھو گی۔ تم کسی دوسرے کا گلٹ نہیں اٹھاؤ گی۔ تم صرف اپنی ہیرو ہو۔''

''اور اس سب سے کیا ہو گا؟ فاتح کو تو میں کھو چکی ہوں۔''

''کیا تم اس کو دوبارہ نہیں حاصل کر سکتیں؟ کیا تم اپنا جھگڑا نہیں چھوڑ سکتیں؟''

تالیہ نے آنکھیں رگڑیں اور تعجب سے اسے دیکھا۔

''کل تم کہہ رہی تھیں کہ میں ان کو چھوڑ دوں۔''

''تب میں نے تمہیں سفید ساڑھی میں اس لٹے پٹے حال میں نہیں دیکھا تھا۔ میں غلط تھی تالیہ۔ تمہیں اس کے ساتھ زندگی نہیں گزارنی چاہیے جو تم سے محبت کرتا ہو۔ بلکہ اس کے ساتھ گزارنی چاہیے جو تم سے محبت کرے اور تم اس سے محبت کرو۔''

''نہیں، داتن۔ میں فیصلہ کر چکی ہوں۔'' اس نے ناک سے گیلی سانس اندر کھینچی۔ ''میں وان فاتح سے علیحدہ ہو رہی ہوں۔''

داتن چند لمحے ملال سے اسے دیکھتی رہی۔

''او کے۔ پھر تم خود کو معاف کر کے آگے بڑھو۔ اور دنیا کو دکھاؤ کہ تمہیں اپنے آپ پہ کوئی شرمندگی نہیں ہے۔ تم وہ کام چھوڑ چکی ہو۔ اپنا آپ نہیں چھوڑ سکتیں۔ تم اپنی نظروں میں معتبر ہو۔ کیونکہ....''

''کیونکہ سفید گھوڑے ہماری دنیا میں نہیں ہوتے۔'' وہ بڑبڑائی۔

''کیونکہ سفید گھوڑے ہماری دنیا میں نہیں ہوتے۔'' داتن نے دہرایا۔

تالیہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر انگلیوں سے آنکھیں دوبارہ ملیں۔ اس کی آنکھیں بہتے کاجل سے سیاہ ہو چکی تھیں لیکن منظر اب کافی حد تک واضح تھا۔

''میں سفید گھوڑے کا بوجھ اپنے کندھوں پہ نہیں اٹھاؤں گی۔ مجھے خود کو اس بوجھ سے ہلکا کرنا ہے۔'' وہ خود سے کہہ رہی تھی۔ ٹھنڈی ہوا سے اس کی ساڑھی کا پلو ہنوز پھڑ پھڑا رہا تھا۔

☆☆=========☆☆

رات گزر رہی تھی اور سب کے لیے ہی گزر رہی تھی۔ رات سب کے لیے رات ہی تھی۔ سب کے لیے سیاہ اور تکلیف دہ تھی۔

تالیہ اب اپنے بیڈ روم میں تھی۔ بیڈ پہ چت لیٹے وہ چھت کو دیکھ رہی تھی۔

موبائل بجا تو اس نے فون اٹھا کے دیکھا۔ اسکرین دھندلی تھی۔ اس نے آنکھیں کو رگڑا اور میسج کھولا۔

ایڈم کا پیغام آیا تھا۔

''ہم نے سرمد کو ٹریس کر لیا ہے۔ وان فاتح نے ہماری بہت مدد کی۔ ان کا میری طرف سے شکریہ ادا کر دیجئے گا۔ کل کا دن میں نے انہیں بہت تنگ کیا لیکن وہ میری ہر ای میل کا جواب دیتے رہے۔ ان کے تعاون کے بغیر ہم سرمد کو نہیں پکڑ سکتے

تھے۔"

اس کی آنکھیں پھر سے بھیگنے لگیں۔اور وہ کہتی تھی وہ اس کو بچانے نہیں آتا۔

وہ اس کے پیچھے قدیم ملاکہ بھی آیا تھا۔وہ اس کے لیے کب نہیں آتا تھا؟ لیکن اب یہ باتیں بے معنی ہو گئی تھیں......

وہ اسٹڈی میں بیٹھا فائلز دیکھ رہا تھا۔آنکھوں پہ چشمہ چڑھا تھا اور ماتھے کے بل برقرار تھے۔

"وہ ٹھیک کہہ رہی تھی' ڈیڈ۔" آواز پہ فاتح نے سر اٹھایا۔سفید فراک والی بچی کونے میں کھڑی تھی۔اس نے بالوں کو سفید ہیئر بینڈ میں جکڑ رکھا تھا اور وہ اسے دیکھ رہی تھی۔

"وہ غلط کہہ رہی تھی۔" وہ ناپسندیدگی سے بڑبڑایا۔

"آپ نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اس کو بچا لیں گے۔اس کیس سے اس کو نکال لیں گے بس وہ قدیم ملاکہ سے واپس آپ کے ساتھ آجائے۔لیکن آپ نے اس سے اس کے کیس کی ایک اہم بات چھپا لی۔"

"چھپانے اور نہ بتانے میں فرق ہوتا ہے۔میں جولیانہ کو مشکل میں نہیں ڈال سکتا۔اور تالیہ اپنے آپ کو اس مشکل سے نکال سکتی ہے۔مجھے معلوم ہے وہ اس سے نکل آئے گی۔"

"اگر اس نے خود کو خود ہی نکالنا تھا تو آپ نے اسے بچانے کا دعویٰ کیوں کیا تھا؟"

فاتح نے عینک اتاری اور فائل بند کی۔اب یہ ساری باتیں بے معنی ہو گئی تھیں۔

آج کی شام سے واپسی ممکن نہیں تھی۔

رات گزر رہی تھی اور سب کے لیے گزر رہی تھی۔

رات سب کے لیے رات ہی تھی۔

☆☆=========☆☆

وان فاتح کی رہائشگاہ پہ صبح گزشتہ شب کی بارش کی تازگی لیے اتری۔

لان اور پودے نہا دھو کے پہلے سے زیادہ سرسبز لگ رہے تھے۔رات شاید کوئی بھی ٹھیک سے نہیں سویا تھا۔اور صبح بھی ناشتہ کیے بغیر وہ تینوں گھر کے اندرونی صحن کے برآمدے کے زینوں پہ بیٹھے تھے۔چاروں طرف کمرے تھے اور درمیان میں چوکور سا صحن تھا۔اوپر چھت کھلی تھی۔

صبح دوبارہ بارش ہوئی تھی اور صحن کا فرش گیلا گیلا سا تھا۔فاتح نے یہ گھر اسی صحن کی وجہ سے منتخب کیا تھا کہ یہ اس کو ملاکہ والے سن باؤ کے گھر کی یاد دلاتا تھا۔

وہ تینوں اوپر نیچے زینوں پہ بیٹھے تھے۔ جولیانہ کا سر اداسی سے جھکا تھا اور سکندر دھیمی آواز میں پوچھ رہا تھا۔

"آپ نے ہمیں کیوں نہیں بتایا' ڈیڈ؟"

"کیونکہ وہ یہاں نہیں تھی' سکندر۔ بہت ساری باتیں اسی لیے ہو رہی ہیں کیونکہ تالیہ یہاں نہیں تھی۔"

وہ ایک گملے پہ لگا پتا توڑ کھینچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جولیانہ نے ہاتھ بڑھایا اور پتا توڑ کے اسے تھما دیا۔ فاتح عادتاً اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرنے لگا۔

"آپ نے اس سے شادی کیوں کی؟ میں آپ کو جج نہیں کر رہا۔ صرف پوچھ رہا ہوں۔" سکندر نے دھیمی آواز میں پوچھا۔ رات کی نسبت اب وہ تینوں قدرے نارمل تھے۔

"اس کا باپ اس کی شادی ایک ایسے شخص سے کر رہا تھا جو دولت مند تھا اور طاقت ور بھی لیکن وہ تالیہ کے لیے سونے کا دوزخ تھا۔ میں نے یہ صرف اسے اس مشکل سے نکالنے کے لیے کیا تھا۔ آئی ایم سوری میں تم لوگوں کو نہیں بتا سکا۔ لیکن شروع میں ہم نے اسے ایک پیپر میرج کے طور پہ جلد ختم کر دینا تھا۔"

"تو آپ نے اسے ختم کیوں نہیں کیا؟" جولیانہ نے سر اٹھا کے امید سے اسے دیکھا۔

"میں نہیں کر سکا۔ پھر دوسرے مسئلے آن پڑے۔ میں تالیہ کو بھول گیا۔" وہ سر جھکائے دکھ سے کہتے ہوئے پتے کو توڑ توڑ کے نیچے گرا رہا تھا۔ "جب یاد آیا تو حالات ایسے ہو گئے کہ اس کو چھوڑنا اس وقت تک ثانوی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ اور جب یہ فیصلہ کرنے کا وقت آیا کہ ہم نے ساتھ رہنا ہے یا نہیں' تب وہ غائب ہو گئی۔ چھ سال کے لیے۔"

"اور اب.... ڈیڈ؟" جولیانہ نے امید سے پوچھا۔ "اب آپ ساتھ رہیں گے یا نہیں؟"

"کیا کل رات کے بعد بھی اس سوال کی گنجائش ہے؟" وہ گہری سانس لے کر بولا۔ گیلے صحن میں اداس سی خاموشی چھا گئی۔ جولیانہ کھنکھاری۔

"کیا آپ واقعی اس کے والد کے ملازم تھے؟"

"ہوں؟" فاتح نے چونک کے اسے دیکھا۔ پتا توڑتا ہاتھ رک گیا۔

"کل جاتے وقت تالیہ نے ہمیں کہا کہ اس کے بابا ایک بہت امیر آدمی تھے اور ایک اجنبی ملک میں انہوں نے آپ کو اپنے پاس ملازمت دی تھی۔ کیا ایسا ہی ہوا تھا ڈیڈ؟"

وان فاتح کے لبوں پہ اداس سی مسکراہٹ بکھر گئی۔ اس نے پتا گملے کی طرف اچھالا اور اٹھتے ہوئے بولا۔

"وہ غلط نہیں کہہ رہی۔" اسے آگے بڑھتے دیکھ کے سکندر نے جلدی سے پکارا۔

''ڈیڈ۔'' فاتح پلٹ کے اسے دیکھنے لگا۔''اگر وہ پیپرز لائی تو آپ ان پہ دستخط کردیں گے؟''

وان فاتح کے چہرے پہ ایک وقت میں کئی تاثرات آ کے گزر گئے۔

''اگر وہ لائی تو ہاں۔'' اس نے قطعیت سے کہا اور خود آگے بڑھ گیا۔ سارے سوالات کی گنجائش ختم ہوگئی۔

سکندر نے گہری سانس لی اور زیر لب بڑبڑایا۔ (شکر۔)

فاتح اندر آیا اور آفس کے لیے تیار ہونے اپنے کمرے کی طرف جانے لگا تو راہداری سے ییشا نکل کے آتی دکھائی دی۔ اسے دیکھ کے کھنکھاری۔

''داتو سری۔'' ساتھ ہی لاؤنج کی میز انگلی سے بجائی۔

وہ اس طرف متوجہ ہوا تو ییشا مسکرائی۔ البتہ اس کا چہرہ اداس اور کملایا ہوا لگتا تھا۔

''مجھے آپ کی اجازت چاہیے تھی۔ میں اپنی ایک فرینڈ کے ساتھ اس کے گھر شفٹ ہو رہی ہوں۔''

فاتح نے تعجب سے اسے دیکھا۔''اور آپ کا ایکس ہزبنڈ؟ کیا وہ جگہ اس سے محفوظ رہے گی؟''

''میری فرینڈ کا فارم ہاؤس شہر سے دور ہے۔ مجھے لگتا ہے میں وہاں محفوظ رہوں گی۔ آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے اتنا عرصہ مجھے اپنے گھر رکھا۔''

''آپ یہ سب تالیہ کی باتوں کی وجہ سے کہہ رہی ہیں۔'' فاتح نے افسوس سے اسے دیکھا۔

''میں نہیں چاہتی میری وجہ سے کوئی پیچیدگی ہو۔'' اس کی آنکھوں میں نمی چمکی۔''میں پہلے ہی بہت سے مسائل کا شکار ہوں۔ مجھے مزید ایک مسئلہ نہیں چاہیے۔''

''ییشا پلیز...'' وہ سمجھانے والے انداز میں بولا۔''تالیہ اس وقت ایک مشکل دور سے گزر رہی ہے۔ وہ تھوڑی سی پیرانائڈ ہے۔ اسے ہر شخص اپنا دشمن لگتا ہے۔ میں اس کی طرف سے معذرت خواہ ہوں۔ مگر آپ کہیں نہیں جائیں گی۔ آپ یہیں رہیں۔ میں اس مسئلے کو حل کرلوں گا۔''

''مگر....''

''ییشا.... آپ کو اجازت چاہیے تھی۔ میں نہیں دے رہا۔ آپ کے جانے سے جولی بہت ڈسٹرب ہو جائے گی۔ اگر آپ کو جانا ہی ہے تو تھوڑے دن رک جائیں۔ پھر آپ بے شک چلی جائے گا لیکن اس طرح نہیں۔'' فاتح نے مسکرا کے ہدایت دی تو ییشا مسکرا دی۔ اور سر اثبات میں ہلا دیا۔

وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اندر آیا اور دروازہ بند کیا۔ پھر سوچتے ہوئے موبائل پہ کال ملائی۔

''میں نے رات تمہیں کہا تھا کہ مجھے ییشا تاج کی سیکیورٹی کلیرنس دوبارہ کر کے دو۔ کیا تم نے کی؟''

''جی سر۔ میں نے تمام سرکاری ذرائع کو استعمال کر کے چیک کیا ہے۔''

''اور؟'' فاتح نے بے چینی سے پوچھا۔

''سر مجھے اس کے بارے میں کوئی قابل گرفت معلوم نہیں ہوئی۔ میں نے اس کے گھر کے قریب رہنے والے لوگوں سے بھی معلوم کیا ہے۔ وہ واقعی وہی ہے جو وہ خود کو کہہ رہی ہے۔ ایک فوٹوگرافر اور ٹیچر۔ اس کے اسٹوڈنٹس کے والدین تک اس کے اچھے کردار کی گواہی دینے کے لیے تیار ہیں۔ اس کا شناختی کارڈ' ڈرائیونگ لائسنس' پاسپورٹ.... سب گورنمنٹ کا ایشو کردہ ہے۔ کرمنل تو دور کی بات اس کو آج تک پارکنگ ٹکٹ نہیں ملا۔ سوری لیکن آپ کے دوست کا شک بالکل بے بنیاد ہے۔''

فاتح نے افسوس سے آنکھیں بند کیں اور سر جھٹکا۔ ''اوہ تالیہ.... تمہارا paranoia ....''

وہ سمجھ سکتا تھا کہ تالیہ اس دھوکے میں کیوں ہے کہ ییشا فاتح کو نقصان پہنچائے گی۔ یہ ایک طرح کا نفسیاتی مسئلہ تھا جس میں ایک شخص کو دوسرے کے saviour کا کردار ادا کرنے کی اتنی عادت پڑ جاتی ہے کہ وہ ایسے حالات ڈھونڈنے لگتا ہے جن میں اسے دوسرے کو بچانا پڑے۔ اسے یہ وہم ہونے لگتا ہے کہ دوسرے شخص کو اس کی مدد اور حفاظت کی ضرورت ہے۔

☆☆=========☆☆

آج سارا شہر گیلا گیلا سا تھا۔ سورج بھی اتنے پانی کے باعث ناراض سا ہو گیا اور ٹھیک سے نہیں نکلا۔ مگر بادل تھے کہ برس برس کے تھکتے نہیں تھے۔ اپنی ساری سیاہی سمیت وہ آسمان پہ فجر سے چھلیے بوندیں برسائے جاتے تھے۔

ایسے میں ایک کافی شاپ کی شیشے کی دیوار پہ بوندیں ٹھہری ہوئی دکھائی دیتی تھیں۔ روسٹ ہوئے کافی بینز کی مہک ساری شاپ میں پھیلی تھی۔ کچھ آفس کے لیے تیار لوگ تیزی سے کافی مگ پکڑتے باہر نکل رہے تھے۔ کچھ لوگ میزوں پہ بیٹھے گرم کافی یا ہاٹ چاکلیٹ کے ساتھ ڈونٹ کھاتے ہوئے' موبائل پہ لگے تھے۔

ایسے میں ایک کھڑکی کے ساتھ وہ بیٹھی تھی۔ اس نے میز پہ رکھے مگ کے گرم ہینڈل کو پکڑ رکھا تھا اور شیشے سے باہر گیلی سڑک کو دیکھ رہی تھی۔

''آپ سن رہی ہیں میں کیا کہہ رہا ہوں؟'' سامنے بیٹھے ایڈم نے میز پہ دستک دی تو تالیہ چونکی اور اس کی طرف چہرہ موڑا۔

اس نے مانگ نکال کے بالوں کی پونی باندھی ہوئی تھی۔ لباس سیاہ تھا۔ اتنا سیاہ جیسے کسی کے جنازے پہ آئی ہو۔ لیکن گردن

میں گرہ لگا مفلر سرخ تھا۔ ایڈم دیکھ سکتا تھا کہ وہ ڈسٹرب تھی۔ وہ اتنی دیر سے اس کو سرمد کے بارے میں تفصیلات بتا رہا تھا لیکن وہ نہیں سن رہی تھی۔

''کیا ہوا ہے؟'' اس نے نرمی سے پوچھا۔

''میں نے فاتح کو میشا کی حقیقت بتانی چاہی۔'' وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولی۔ ''لیکن انہوں نے یقین نہیں کیا۔ صبح انہوں نے مجھے ایک میسیج بھی بھیجا جس میں لکھا تھا کہ ان کی سیکیورٹی ٹیم نے میشا کو پھر سے چیک کیا ہے۔ وہ بالکل کلیئر ہے۔''

''چے تالیہ.....''

''مگر ظاہر ہے یہ سب جھوٹ بول رہے ہیں۔ میشا کون وومن ہے۔ اور اس کو ذوالکفلی نے ہی بھیجا ہے۔''

''چے تالیہ.....'' وہ کھنکھارا۔ ''کیا معلوم آپ غلط ہوں؟''

''تم بھی مجھے unstable اور پیرانائڈ سمجھتے ہو؟'' اس نے بھنویں بھینچ کے اسے دیکھا۔ ''داتن بھی یہی سمجھتی ہے۔''

''نہیں۔ لیکن آپ کے لیے وہ چھے سال نہیں گزرے جو ہمارے لیے گزر چکے ہیں۔ میں.... فاتح صاحب... داتن.... ہم سب اپنی زندگی میں اسٹیبل ہو گئے ہیں۔ لیکن چھے سال پہلے جب ہم تازہ تازہ اس سب سے نکلے تھے تو ہم آپ سے زیادہ ان اسٹیبل تھے، پیرانائڈ تھے۔ اسی لیے تو وان فاتح نے سیاست چھوڑ دی تھی اور میں نے یادداشت کھونے کا بہانہ کیا تھا۔ ہمیں نارمل ہونے میں ایک لمبا عرصہ لگا تھا۔ آپ کو بھی لگے گا۔ اس لیے ضروری نہیں ہے کہ میشا کوئی کون آرٹسٹ ہو۔''

''تو پھر وہ میری طرح کیوں لگتی ہے؟''

''کیونکہ یوں سمجھیں کہ.... ان کی کمفرٹ زون میں ایک ہی طرح کے لوگ داخل ہو سکتے ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی زندگی میں آپ کی جگہ ہے۔ اسی لیے اتفاق سے انہوں نے صرف ایسی عورت کو زندگی میں جگہ دی جو کسی طرح تالیہ سے ملتی جلتی تھی۔ ہر شخص کون آرٹسٹ نہیں ہوتا، چے تالیہ۔ آپ نے کہا تو میں بھی ایسے ہی سوچنے لگ گیا۔ لیکن اب میرا نہیں خیال کہ وہ ایسی ہوگی۔ اس کے سارے کاغذات اصلی ہیں۔''

''کیونکہ وہ بہت اچھی کون وومن ہے۔ اس نے اپنا ہوم ورک مکمل کر رکھا ہے۔'' تالیہ نے ہٹ دھرمی سے شانے اچکائے۔ ایڈم نے گہری سانس لی۔

''اگر آپ یہ بات بار بار کہتی رہیں تو وان فاتح کو لگے گا کہ آپ جیلیس ہو رہی ہیں۔''

''میں اور جیلیس؟ ہونہہ۔'' وہ تلخی سے سر جھٹک کے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ ایڈم کھنکھارا۔

''اوکے... جب آپ ملاکہ میں تھیں تو میں نے کہا تھا کہ مجھے آپ سے ایک بات کہنی ہے۔''

''تم مجھے ایک ڈاکومنٹ بنا دو گے ایڈم؟'' وہ تھکے تھکے انداز میں باہر دیکھتے ہوئے بولی تو وہ چونک گیا۔

''کیسا ڈاکومنٹ؟''

''میں فاتح سے الگ ہو رہی ہوں۔ مجھے تحلیل نکاح کے کاغذات بنوانے ہیں۔''

وہ چند لمحے کچھ بول نہیں سکا۔ ''میں وکیل نہیں ہوں۔''

''ہماری شادی اس دنیا میں رجسٹرڈ نہیں تھی اس لیے تو ٹرائزڈ ڈاکومنٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف ایک کاغذ پہ چند سطور پرنٹ کر دو۔ میں فاتح سے دستخط کروا لوں گی۔''

''چند سطور تو آپ خود بھی لکھ سکتی ہیں۔''

تالیہ نے چہرہ اس کی طرف موڑا تو اس کی آنکھیں گلابی ہو رہی تھیں۔ ''مجھ سے نہیں ہو گا.... ایڈم۔''

اور یہ وہ لمحہ تھا جب برسوں بعد ایڈم بن محمد کا دل ایک دفعہ پھر سے خالی ہو گیا۔ وہ چند لمحے بس اسے دیکھتا رہا۔ دکھ سے۔ یاسیت سے۔ ملال سے۔

''سوری میں نے تمہاری بات کاٹ دی۔ تم کچھ کہنا چاہتے تھے؟'' اس نے ابرو اٹھا کے پوچھا۔

ایڈم نے دھیرے سے نفی میں سر ہلایا۔ سارے فیصلے ایک پل میں ہو گئے تھے۔

''اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔''

تالیہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی۔ اس کا ہاتھ ابھی تک مگ کے گرم ہینڈل پہ تھا۔ وہ اتنا گرم تھا کہ نہ اس کے لمس سے ٹھنڈا ہو رہا تھا نہ باہر برستی بارش سے۔

''وہ کیوں؟''

''کیونکہ میں آپ کو جانتا ہوں.... چے تالیہ۔ آپ کا دل ٹوٹا ہوا ہے۔ آپ ناخوش ہیں۔''

''میں ناخوش نہیں ہوں۔ بس فیصلہ کر چکی ہوں۔ فاتح اور میں....'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ''ہم ناممکن ہیں۔ ہم کبھی ساتھ نہیں رہ سکیں گے۔''

''اس فیصلے کو کچھ وقت دیں۔ شاید چیزیں ٹھیک ہو جائیں۔'' وہ دکھی دل سے کہہ رہا تھا۔

''کچھ بھی ٹھیک نہیں ہو گا.... ایڈم.... میں بس ان کی دنیا سے دور جانا چاہتی ہوں۔''

''کیا مطلب؟'' وہ تیزی سے سیدھا ہوا۔ ''ڈونٹ ٹیل می کہ آپ قدیم ملاکہ جانے کا سوچ رہی ہیں۔''

''نہیں.... یا اللہ.... کبھی نہیں....'' تالیہ نے جھرجھری لی۔ ''میں بس اس ملک سے دور جانا چاہتی ہوں۔ عدالت مجھے بری کر

دے تو میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔کسی اور ملک' کسی اور شہر میں میں اپنا گھر بناؤں گی۔نئے دوست بناؤں گی۔کوئی نیا کام شروع کروں گی۔وہاں کوئی میرا ماضی نہیں جانتا ہوگا۔کوئی مجھے نفسیاتی مریض یا مجرم نہیں کہے گا۔میری ساری زندگی ہی نئی ہو جائے گی۔''

''مگر دل تو وہی پرانا ہوگا۔''وہ زخمی سا مسکرایا۔

''دل پہ تالیہ کا اختیار نہیں ہے'ایڈم۔پلانز پہ ہے۔اب یہی پلان اے' بی اور سی ہے۔''

''میں یہ کر چکا ہوں۔ملکوں ملکوں پھر چکا ہوں۔نئے دوست بنا چکا ہوں۔ماضی سے پیچھا بھی چھڑا چکا ہوں۔مگر میں آپ کو حقیقت بتاؤں'شہزادی؟''وہ میز پہ آگے کو جھکا اور مسکرا کے نفی میں سر ہلایا۔

''یہ طریقہ کام نہیں کرتا۔انسان جہاں بھی چلا جائے...اگر وہ اندر سے خوش نہیں ہے....اگر اس کا دل محبت سے خالی ہے...تو باہر کا منظر بدلنے سے کچھ نہیں ہوتا۔قدموں کے نیچے جیسی زمین بھی ہو'اس کا آسمان وہی رہتا ہے۔''

''تم مجھے پیپرز بنا دو گے؟''وہ آہستہ سے بولی۔ایڈم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''او کے۔''پھر بات بدل دی۔''دو دن بعد کورٹ میں پیشی ہے۔آج رات آپ کو سرمد سے ملنے جانا ہے۔کیا آپ اسے ہینڈل کر لیں گی؟''

''کرلوں گی۔''تالیہ نے مگ اٹھایا اور ہونٹوں سے لگایا۔اس کا ہینڈل اب تک ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔

''بے تالیہ....آپ کو یقین ہے کہ سرمد آپ کی مرضی کی گواہی دے گا؟''

''میرا پاس ایک ہی گواہ بچا ہے'ایڈم۔اور میں اس سے اپنی مرضی کا بیان ضرور دلواؤں گی۔''وہ اب کافی پیتے ہوئے شیشے کی دیوار کے باہر دیکھ رہی تھی۔اس کی آنکھوں میں سرد سی آگ جل رہی تھی۔اسے اب صرف خود کو بچانا تھا۔

☆☆=========☆☆

سرمد ایک درمیانے قد کاٹھ کا آدمی تھا۔عمر چالیس سے اوپر تھی اور آنکھوں پہ نظر کا چشمہ لگاتا تھا۔

یہ چشمہ اس رات اس کی بیڈ سائیڈ ٹیبل پہ رکھا تھا اور وہ خود لحاف اوڑھے سو رہا تھا جب دروازہ زور زور سے دھڑ دھڑایا جانے لگا۔

سرمد ہڑبڑا کے اٹھا۔نائٹ بلب کی روشنی میں اس نے وال کلاک کو دیکھا۔صبح کے تین بج رہے تھے۔اس نے موبائل اٹھایا اور اسکرین روشن کی۔کوئی کال نہیں تھی۔یعنی آنے والا اس کا کوئی شناسا نہ تھا۔

دروازہ ہنوز دھڑ دھڑایا جا رہا تھا۔

وہ عینک لگاتا' سلیپرز پیروں میں اڑستا باہر آیا۔ چھوٹے سے گھر کی راہداری عبور کی۔ دروازے تک آیا اور باہر جھانکا۔ وہاں گھنگھریالے بالوں والی ایک عورت کھڑی تھی۔ ماتھے پہ بل ڈالے وہ دروازہ کھٹکھٹائے جا رہی تھی۔

سرمد نے پٹ کھولا اور گردن نکال کے باہر جھانکا۔ ''جی؟''

''کیا ہم اندر بیٹھ کے بات کر سکتے ہیں؟'' وہ بنا کسی تمہید کے بولی۔

''میں آپ کو نہیں جانتا۔ آپ کو کس سلسلے میں بات کرنی ہے؟''

''تم اس کی اجازت کیوں مانگ رہی ہو؟ ہم اس سے بات کیے بغیر تھوڑی جائیں گے۔'' دیوار کی اوٹ سے ایک لڑکی نکلی۔ اس نے سیاہ ٹراوزر شرٹ پہ سیاہ ہڈی پہن رکھی تھی۔ ہڈ نے سر ڈھک رکھا تھا لیکن چہرہ واضح تھا۔ اسے دیکھ کے سرمد شل رہ گیا۔ لیکن وہ...وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے آگے آئی' اور جوگر کی ٹھوکر سے دروازہ کھولا۔

''ہٹو سامنے سے۔''

''آپ کون ہیں اور یوں میرے گھر میں کیوں چلی آ رہی ہیں؟'' سرمد نے بظاہر جی کڑا کے کہا۔ مگر وہ اسے روک نہیں سکتا تھا۔ وہ اندر داخل ہو چکی تھی۔ وہ اس کے پیچھے اندر لپکا۔

وہ لاؤنج کے وسط میں کھڑی گردن گھما گھما کے اطراف کا جائزہ لے رہی تھی۔

''آپ کون ہیں؟ دیکھیں...میں پولیس کو کال کر سکتا ہوں۔'' تالیہ نے چہرہ موڑ کے اسے سر سے پیر تک دیکھا۔

''تم میری توقع سے چھوٹے اور کمزور ہو۔''

''مجھے بات کرنے دو۔'' داتن دبی آواز میں بولی اور سامنے آئی۔

''دیکھیں سرمد صاحب...ہم دونوں جانتے ہیں کہ عصرہ محمود کے لیے آپ کیا کرتے تھے۔''

داتن نے ساتھ ہی ایک کرسی اس کے لیے رکھی۔ وہ تالیہ کو گھورتے ہوئے وہاں بیٹھا جواب ٹی وی کیبنٹ سے ٹیک لگائے کھڑی' جیبوں میں ہاتھ ڈالے اسے دیکھ رہی تھی۔

''مجھے نہیں معلوم آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں عصرہ کے والد کا ملازم تھا مگر میں ان سے کئی سال نہیں ملا۔''

''سرمد...'' داتن نے ضبط کیا۔ ''میرے پاس گواہ ہیں جو گواہی دیں گے کہ آپ عصرہ کے ساتھ جیولری سیٹ پہ ایک سیٹ کی قیمت لگوانے گئے تھے۔''

''کیا یہ جرم ہے؟'' وہ بگڑ کے بولا۔

''جس کام کے بدلے انہوں نے یہ سیٹ دیا' وہ جرم تھا۔''

''انہوں نے مجھے کوئی سیٹ نہیں دیا۔'' وہ ماتھے پہ بل ڈالے بولا۔

''دیکھیں سرمد...'' داتن نے پھر سے کوشش کی۔ ''انہوں نے آپ سے آرسینک منگوایا تھا۔ آپ صرف عدالت میں یہ بتا دیں تو تالیہ بری ہو جائے گی۔ کسی کو آرسینک لا کے دینا جرم نہیں ہے۔''

''لیکن میرا کریڈٹ کارڈ ہیک کر کے میرے نام سے کیک آرڈر کرنا جرم ہے۔'' تالیہ تڑخ کے بولی تو سرمد نے چہرہ موڑ کے اسے دیکھا۔ داتن نے تنبیہی نظروں سے اسے گھورا مگر وہ سرمد کو دیکھ رہی تھی۔

''مجھے نہیں معلوم آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ آپ پولیس نہیں ہیں۔ نہ آپ مجھے گرفتار کروا سکتی ہیں۔ مجھے اپنے رائٹس معلوم ہیں۔ میں کوئی گواہی نہیں دوں گا۔ آپ کیا کر لیں گی میرا؟''

اس کا فقرہ مکمل نہیں ہوا تھا جب وہ کسی چیل کی طرح اس پہ جھپٹی' اسے گدی سے پکڑ کے اس کا چہرہ زبردستی جھکا کے میز سے لگایا اور اس پہ جھکی۔ ہکا بکا سی داتن اسے روکتی رہ گئی لیکن تالیہ سرمد کے کان کے پاس جھک کے غرا رہی تھی۔

''تم نے اپنی مالکن کے ساتھ مل کے میری زندگی تباہ کر دی۔ میری آزادی چھین لی۔ اور تم مجھ سے پوچھتے ہو میں تمہارا کیا کروں گی؟''

''تالیہ... پلیز مجھے بات کرنے دو۔''

''میں اس سے بات کرنے نہیں آئی۔'' وہ سرمد کا گال میز سے لگائے اس کی گردن دبوچے کہہ رہی تھی۔

سرمد کا سانس گھٹنے لگا۔ اس نے ہاتھوں سے مزاحمت کرنی چاہی لیکن تالیہ نے اس کی کلائی مروڑ کے کمر سے لگا دی۔ وہ بے بس ہو کے رہ گیا۔

''میں پولیس نہیں ہوں۔ پولیس تمہیں کچھ نہیں کہے گی۔ میں پولیس سے زیادہ بری ہوں' سرمد۔ اب میری بات غور سے سنو۔ پرسوں صبح تم عدالت میں پیش ہو گے اور تم میرے حق میں گواہی دو گے۔'' وہ چبا چبا کے کہہ رہی تھی۔ ''ورنہ میں تمہاری جان لے لوں گی۔ اتنی مہارت سے کہ کسی کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔ تم مجھے نہیں جانتے سرمد۔ میں اپنی برداشت کی انتہا پہ ہوں۔''

اس کی گردن مزید قوت سے نیچے جھکائی گویا ابھی اس کا چہرہ میز کے شیشے میں گاڑھ دے گی۔

''اور یہ مت سمجھنا کہ میں کوئی مہربان لڑکی ہوں جو ایسا نہیں کروں گی۔ اونہوں۔ میں سفید نہیں ہوں۔ میں بہت سیاہ ہوں۔ اور میں یہ کر سکتی ہوں کیونکہ تم میری توقع سے بہت چھوٹے اور کمزور ہو۔'' جھٹکے سے اس کی گردن چھوڑی اور سیدھی ہوئی۔

وہ گدی پہ ہاتھ رکھے' کھانستا ہوا سیدھا ہوا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور آنکھوں میں پانی تھا۔ اس نے چند گہرے سانس

لیے اور آنکھیں اٹھا کے تالیہ کو دیکھا تو ان آنکھوں میں خوف تھا۔

''میں بات کررہی تھی نا' تالیہ۔' داتن نے افسوس سے اسے تنبیہہ کی تو سیاہ ہڈ والی لڑکی نے کندھے اچکائے۔(واٹ ایور) اور پھر سے سینے پہ بازو لپیٹ لیے۔سرمد پھر سے کھانسا۔داتن اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

''تم جانتے ہو تمہارے دیے گئے آرسینک سے عصرہ محمود کی موت واقع ہوئی ہے۔''

''وہ میری مالکن تھیں۔میں ان کا وفادار تھا۔مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ اپنے لیے زہر منگوارہی ہیں۔''وہ اب کے دھیمی آواز میں بولا اور گردن جھکا دی۔''مجھے معلوم ہوتا تو میں نہ دیتا۔آئی ایم سوسوری۔میں سمجھا وہ کسی اور کے لیے ہے۔انہوں نے کہا تھا انہیں ایک قیمتی جان لینی ہے۔وہ ان کی اپنی جان تھی۔آئی ایم سوسوری۔میں خود کئی سال سے گلٹ میں ہوں۔''

''سرمد...میں تمہارے مالی حالات دیکھ سکتی ہوں۔تم نے ان ناجائز کاموں سے کمائی گئی رقم جوئے میں اڑا دی ہے اور تم شدید کسمپرسی کی زندگی گزارر ہے ہو۔''داتن سمجھانے والے انداز میں بولی۔''ہم کریڈٹ کارڈ ہیک کرنے والی بات گول کر جائیں گے۔تم نے صرف یہ کہنا ہے کہ عصرہ نے تمہیں آرسینک لانے کو کہا تھا۔تمہیں معلوم نہیں تھا کہ وہ خودکشی کرلیں گی۔اگر تم ہمارے حق میں گواہی دے دو تو پےتالیہ تمہیں بہت بڑی رقم دیں گی۔تم کئی برس کے لیے سیٹل ہو جاؤ گے..''

وہ نرمی سے سمجھا رہی تھی اور سرمد سر اٹھا کے تالیہ کو دیکھ رہا تھا جو ابھی تک اسے گھور رہی تھی۔

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔''اوکے۔میں گواہی دے دوں گا۔''

''سنو میری بات....''تالیہ پھر سے غرائی۔''میرے لوگ تم پہ نظر رکھے ہوئے ہیں۔تم عدالت میں پیش ہونے سے پہلے بھاگو گے نہیں ورنہ وہ تمہیں دیکھتے ہی گولی مار دیں گے۔سمجھے تم؟'' کہنے کے ساتھ اس نے پیر سے چھوٹی میز کو ٹھوکر ماری۔اس پہ رکھی ٹوکری اور ٹائم پیس نیچے جا گرے۔فرش پہ گرنے سے گھڑی کا شیشہ چکنا چور ہو گیا۔سرمد نے کرچیوں سے نظر اٹھا کے تالیہ کو دیکھا اور اثبات میں گردن ہلا دی۔ساتھ ہی تھوک نگلا۔

''میں گواہی دے دوں گا۔لیکن مجھے پیسے پہلے چاہیے ہوں گے۔''

''پیسے کام کے بعد ہوں گے۔سنا تم نے؟''وہ سر جھٹک کے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔''اب میں اس شخص کو پے کروں گی جس نے مجھے پھنسایا تھا؟واہ۔میں تمہارا کارمیں انتظار کررہی ہوں۔''

داتن نے افسوس سے سر ہلایا اور واپس اس کی طرف متوجہ ہوئی۔اب وہ دھیرے دھیرے بولتے اس سے پیسوں کے معاملات طے کرنے لگی۔

☆☆=========☆☆

ٹرائل والا دن بہت روشن تھا۔آج آسمان پہ بادل تھے نہ ہوا تیز تھی۔بس سنہری سورج تھا جو تیز چمک رہا تھا۔سرما کی دھوپ کی تپش بھی عجیب ہوتی ہے۔جتنا جھلسائے' اتنا ہی سکون آتا ہے۔

ایسے میں وان فاتح اپنی ڈائننگ ٹیبل کی سربراہی کرسی پہ بیٹھا ناشتے میں مصروف تھا۔سکندر سوٹ میں ملبوس تیار لگ رہا تھا۔اشعر بھی تیار تھا۔وہ جانتا تھا وہ دونوں عدالت جا رہے ہیں۔اس نے ان سے کوئی سوال نہیں کیا۔البتہ ناشتہ کرتی جولیانہ ایک دم کھنکھاری۔سب نگاہیں اٹھا کے اسے دیکھنے لگے۔

''کیا تالیہ مراد آج عدالت آئے گی؟''

''ہاں۔ظاہر ہے۔وہ نہ پیش ہوئی تو اس کی ضمانت منسوخ ہو جائے گی۔''اشعر نے نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے کہا۔

''اور اگر اس کے خلاف فیصلہ آیا تو اچھا نہیں ہوگا۔''

''فیصلے ایک دن میں نہیں آ جاتے۔'' فاتح نے ہموار آواز میں کہا تو جولیانہ فوراً بولی۔

''میں اس لیے کہہ رہی ہوں کیونکہ تالیہ مراد آج کل ذرا ذرا سی بات پہ بہت اوورری ایکٹ کر رہی ہیں۔''وہ طنز سے بولی۔اسے جیسے تالیہ پہ بہت غصہ تھا۔''جس طرح کا سلوک انہوں نے ہمارے سامنے دکھایا' ایسا ہی وہ میڈیا کے سامنے دکھا رہی ہیں۔کل انہوں نے ایک صحافی کو تھپڑ کھینچ مارا۔''

''کیوں؟'' فاتح نے چونک کے اسے دیکھا۔

''آپ سوشل میڈیا نہیں دیکھ رہے' آبنگ؟''اشعر نے مسکراتے ہوئے کرسی دھکیلی اور اٹھ کھڑا ہوا۔''ایک اسٹور میں ایک صحافی نے تالیہ سے سوال کرتے ہوئے اسے عصرہ محمود کی قاتل کہہ دیا تو اس نے اسے تھپڑ مار دیا۔راہگیریوں نے ویڈیو بھی بنالی۔تالیہ بہت حد تک ان اسٹیبل ہو چکی ہے۔''

''مجھے بے گناہ ہوتے ہوئے کوئی قاتل کہے گا تو میں اس سے بھی زیادہ کروں گا' اشعر۔''وہ ناگواری سے بولا اور پلیٹ پرے دھکیلتے ہوئے وہاں سے اٹھ گیا۔تالیہ کا ذکر' اس کا آئے روز ایک نیا مسئلہ' ہر شے تکلیف دہ تھی۔

سرما کی یہ جھلساتی دھوپ عدالت کی عمارت پہ بھی پھیلی تھی۔

کیمروں کے جلتے بجھتے فلیش کی روشنیاں جو کمرہ عدالت پہنچنے تک تالیہ کی آنکھوں میں پڑتے رہے تھے' اس کو اندر تک جھلسانے کے لیے کافی تھے۔لیکن وہ سیاہ ہیٹ سر پہ جمائے' سپاٹ چہرے کے ساتھ خاموشی سے رپورٹرز کے ہجوم سے نکل آئی تھی۔

آج عدالت میں پیش ہونے کا دن تھا۔ اور اس کے پاس گواہ تھا۔ تالیہ مراد کو یقین تھا کہ اس کا گواہ اس کو بری کروا لے گا۔

جج اپنا ڈیسک سنبھال چکی تھی۔ وکلاء اپنی اپنی میز پہ بیٹھے تھے۔ عدالت کی کارروائی شروع ہوئی تو ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ پراسیکیوٹر جج کی طرف رخ کیے اپنے افتتاحی دلائل دینے لگا۔ وہ یہاں سے پراسیکیوٹر کی پشت دیکھ سکتی تھی۔ وہ نوجوان تھا، پرجوش تھا اور اس کی آواز میں تالیہ مراد کے لیے تنفر تھا۔

"تالیہ مراد ایک خطرناک عورت ہے یور آنر۔" وہ ہاتھ ہلاتے ہوئے بتا رہا تھا۔ "یہ بہت پلاننگ سے وان فاتح اور مسز عصرہ محمود کی زندگی میں داخل ہوئیں۔ اس ٹرائل کے دوران میں آپ کو بتاؤں گا کہ کس طرح انہوں نے عصرہ محمود کے قیمتی نوادرات حاصل کرنے کی کوشش کی اور پھر ان نوادرات کی وصیت لکھوا کے عصرہ کو موت کے گھاٹ اتارا۔"

تالیہ اولین قطار کی ایک نشست پہ بیٹھی تھی۔ اس نے نظریں گھمائیں۔ دونوں طرف کی کرسیوں کے درمیان میں گزرنے کا راستہ تھا۔ اس کے دوسری جانب پہلی قطار میں اشعر بیٹھا تھا۔ ساتھ سکندر موجود تھا۔ وہ بھی اشعر کی طرح سیاہ سوٹ پہنے اس مقدمے کے لیے تیار ہو کے آیا تھا۔

تالیہ نے چہرہ دوسری جانب موڑا۔ اس کے ساتھ والی کرسی پہ ایڈم بیٹھا تھا۔ اسے دیکھ کے وہ سادگی سے مسکرایا۔ وہ مسکرا بھی نہ سکی۔ گردن سیدھی کی۔

"میرا پہلا گواہ ہے سرمد زہدی......" پراسیکیوٹر کہہ رہا تھا۔ "سرمد نے رضا کارانہ طور پہ گواہی کی خواہش ظاہر کی ہے۔ اس کے پاس کیس سے متعلق اہم معلومات ہیں۔"

پراسیکیوٹر نے مسکرا کے پیچھے بیٹھے اشعر کو دیکھا۔ اشعر بھی مسکرایا۔ تالیہ نے گردن موڑ کے غور سے اس کی مسکراہٹ دیکھی۔ پھر سپاٹ چہرہ سامنے کو موڑ لیا۔ آج اس کے چہرے پہ کوئی تاثر نہ تھا۔

کچھ دیر بعد سرمد کٹہرے میں رکھی کرسی پہ بیٹھا' حلف لے رہا تھا۔ وہ آج بالکل نارمل لگ رہا تھا۔ پرسکون اور پر اعتماد۔ سوٹ بھی پہن رکھا تھا اور قدرے معتبر دکھائی دے رہا تھا۔

"آپ کا عصرہ محمود سے کیا تعلق تھا؟" چوکھٹے سے نیچے کھڑا پراسیکیوٹر سوالات کا آغاز کرنے لگا۔

سرمد نے اسی اعتماد سے جواب دیا۔ "میں ان کے والد کا ملازم تھا۔"

"آپ کی عصرہ سے آخری دفعہ ملاقات کب ہوئی؟"

"ان کی موت سے بھی شاید تین سال پہلے۔ میں ان سے ایک لمبا عرصہ نہیں ملا تھا۔"

تالیہ نے ایڈم کو دیکھا اور ایڈم نے تالیہ کو۔ پھر دونوں سامنے دیکھنے لگے۔

"آپ ان کی موت کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟"

"کچھ بھی نہیں۔"

"تو پھر آپ نے گواہی دینے کے لیے خود کو کیوں پیش کیا؟" پراسیکیوٹر کے سوالات رٹے رٹائے تھے۔جیسے وہ دونوں ریہرسل کر کے آئے تھے۔

"کیونکہ پرسوں رات آپ کی یہ ملزمہ اپنی ایک ساتھی خاتون کے ساتھ میرے گھر آئی تھیں۔" وہ سامنے کرسی پہ بیٹھی تالیہ کی طرف انگلی اٹھا کے کہہ رہا تھا۔وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ اسے دیکھے گئی۔

"یہ زبردستی میرے گھر میں داخل ہوئیں۔انہوں نے مجھے گردن سے پکڑا۔مجھے زدوکوب کیا۔"اس نے کالر کا بٹن کھولا اور گردن کا نشان دکھایا۔"انہوں نے میرے گھر میں توڑ پھوڑ کی۔اور مجھے دھمکی دی کہ اگر میں نے عدالت میں پیش ہو کے ان کے حق میں بیان نہ دیا تو یہ... مجھے... قتل کر دیں گی۔" چبا چبا کے بولا۔تالیہ نے آنکھیں سختی سے میچیں۔ بہت سی متعجب نظریں اس کی طرف اٹھیں۔ان میں سے کچھ ملامتی بھی تھیں۔

"اور یہ آپ سے کیا بیان دلوانا چاہتی تھیں؟"

"پتہ نہیں۔کچھ کہہ رہی تھیں یہ کہ میں کہوں عصرہ محمود کو آرسینک میں نے لا کر دیا۔ساتھ مجھے بھاری رقم کی پیشکش بھی کی۔ میں عدالت سے استدعا کرتا ہوں کہ مجھے پولیس پروٹیکشن دی جائے۔ مجھے تالیہ مراد سے جان کا خطرہ ہے۔"

وہ اتنے اعتماد سے کہہ رہا تھا جتنے اعتماد سے سچ بولنے والا سچ بولتا ہے۔کمرہ عدالت کی اونچی کھڑکیوں سے چھن کے اندر آتی دھوپ کٹہرے پہ سیدھی پڑ رہی تھی۔اس روشنی میں وہ معتبر لگ رہا تھا۔

یہاں سارے کھیل سچ اور جھوٹ کے تھے۔یا پھر وقت کے۔

پراسیکیوٹر نے ریموٹ اٹھا کے بٹن دبایا تو ملٹی میڈیا پروجیکٹر پہ تصاویر چلنے لگیں۔سرمد کے گھر کے لاؤنج کا منظر۔وہاں ہر شے ٹوٹی بکھری پڑی تھی۔صرف گھڑی اور ٹوکری نہیں۔ بلکہ برتن بھی ٹوٹے پڑے تھے۔اس نے یقیناً تالیہ کے جاتے ہی مزید توڑ پھوڑ کر کے تصاویر لے لی تھیں۔

"یور وٹنیس۔(آپ کا گواہ)" پراسیکیوٹر واپس اپنے ڈیکس کی طرف آتے ہوئے احمد نظام سے بولا اور اپنی کرسی پہ بیٹھ گیا۔ایک مسکراتی نظر اشعر پہ ڈالی۔اس نے مسکرا کے سر کو خم دیا۔

احمد نظام نے گہری سانس لی اور کھڑے ہوئے۔پھر دھیرے دھیرے چلتے ہوئے کٹہرے کے سامنے آئے۔

"تو آپ عصرہ محمود کے ملازم ہیں؟"

''میں ان کے والد کا ملازم تھا۔''

''اور آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ پرسوں رات تالیہ مراد آپ کے گھر آئی تھیں؟'' احمد نظام تعجب سے پوچھ رہے تھے۔

''بالکل۔''

''اور انہوں نے آپ کو دھمکایا' اور جان سے مارنے کی دھمکی دی؟''

''جی.....'' وہ مسکرا کے بولا۔

احمد نظام چند لمحے اس کا چہرہ دیکھتے رہے۔ پھر کھنکھارے۔

''میرے پاس آپ کے لیے صرف ایک سوال ہے۔'' انہوں نے وقفہ دیا۔

''تالیہ مراد کس وقت آپ کے گھر آئی تھیں؟''

''قریباً رات کے تین بجے۔''

''اور وہ کب تک وہاں رہیں؟''

''دس سے پندرہ منٹ۔''

''آپ کو وقت کیسے یاد ہے؟''

''کیونکہ انہوں نے میری گھڑی توڑی تھی۔ اس پہ وقت وہیں جم گیا تھا۔ تین بج کے پندرہ منٹ۔''

''یعنی تین بجے سے تین بج کے پندرہ منٹ تک تالیہ مراد آپ کے گھر تھیں؟''

''جی۔''

احمد نظام جج کی طرف مڑے۔ ''یور آنر میں اس گواہ سے مزید سوال پوچھوں گا لیکن میں اس سے پہلے ایک ری بٹل گواہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔''

پراسیکیوٹر کوفت سے اٹھا۔ ''یور آنر مجھے اس بات پہ اعتراض ہے۔ احمد نظام عدالت کا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ ان کے گواہ کے پیش ہونے تک دیر ہو جائے گی اور....''

''میرا گواہ اسی کمرے میں موجود ہے۔ بلکہ گواہان۔'' احمد نظام نے سامنے بیٹھے پولیس کمشنر کی طرف اشارہ کیا۔

''ٹھیک ہے۔ بلائیے ان کو۔'' جج نے کاغذ پہ کچھ نوٹ کرتے ہوئے اجازت دی۔ پراسیکیوٹر اسی کوفت سے واپس بیٹھا۔

پولیس کمشنر اوپر کٹہرے تک آیا۔ حلف لیا اور ٹیک لگا کے کرسی پہ بیٹھ گیا۔

''آپ کیا کام کرتے ہیں؟''

''میں پولیس کمشنر ہوں۔''

''اور کیا آپ کے تھانے میں تالیہ مراد کا کیس ہے؟''

''جی۔''

''ابھی سرمد صاحب نے کہا کہ رات تین بجے سے تین پندرہ تک تالیہ مراد ان کے گھر پہ موجود تھیں۔ کیا یہ درست ہے؟''

''یہ ناممکن ہے۔ ہو ہی نہیں سکتا۔''

جہاں اشعر چونک کے سیدھا ہوا اور سرمد نے تعجب سے کمشنر کو دیکھا' وہیں سیاہ ہیٹ والی لڑکی دھیرے سے مسکرا دی۔

اس کا گواہ آن پہنچا تھا۔

وقت۔

آج وقت نے تالیہ مراد کے لیے گواہی دینی تھی۔

''عدالت کو بتائیے کہ یہ ناممکن کیسے ہے؟''

پولیس کمشنر نے چہرہ مائیک کے قریب کیا اور سنجیدگی سے بولا۔

''کیونکہ پرسوں رات دو بجے سے صبح پانچ بجے تک تالیہ مراد ہمارے تھانے میں...ہماری حراست میں تھیں۔ انہوں نے ایک رپورٹر کو تھپڑ دے مارا تھا اور رپورٹر نے پولیس بلا لی تھی۔ میں پوری رات وہیں بیٹھا اسی معاملے کو سلجھا تا رہا تھا۔ میرا پورا تھانہ اس بات کا گواہ ہے۔ ہمارے پاس سی سی ٹی وی فوٹیجز ہیں۔ آپ احمد نظام بھی ان کے ساتھ تھے۔''

اشعر نے بے یقینی سے گردن موڑ کے تالیہ کو دیکھا۔ وہ مسکراتے ہوئے سامنے دیکھ رہی تھی۔ سرمد نے اچھنبے سے گردن ادھر ادھر گھمائی۔ اسے سمجھ نہیں آیا کہ کمشنر جھوٹ کیوں بول رہا تھا۔

''کیا تین بجے تالیہ مراد پندرہ منٹ کے لیے آپ کی نظروں سے دور ہوئی تھیں؟''

''ہرگز نہیں۔ وہ سارا وقت ہماری نظروں کے سامنے تھیں۔ وہ میرے آفس میں بیٹھی تھیں۔ بلائنڈز کھلے تھے۔ سارا تھانہ ان کو دیکھ سکتا تھا۔ آپ سی سی ٹی وی چیک کر لیں۔ آفیسرز کو بلا لیں۔ بلکہ اس صحافی کو تھپڑ مارنے کی ویڈیو بھی ہمارے پاس ہے۔ اس پہ ٹائم اسٹیمپ ہے۔''

''ایسا نہیں ہے۔ میں بتا رہا ہوں یہ کل میرے گھر اسی وقت پہ آئی تھیں۔'' سرمد اپنی جگہ سے اونچا سا بولا۔ وہ متعجب تھا۔ الجھا ہوا تھا۔ جج نے برہمی سے اسے روکا۔ ''اپنی باری پہ بولیے۔''

سرمد جب دوبارہ کٹہرے میں آیا تو اس کی رنگت اڑی اڑی تھی۔ احمد نظام نے مسکرا کے اسے دیکھا۔

www.facebook.com/nemrah.ahmed.official

''اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ آپ کے گھر نہیں آئیں بلکہ آپ کو کسی نے ان پہ الزام لگانے کو کہا ہے۔''

''وہ آئی تھیں۔ایک عورت بھی ساتھ تھی۔انہوں نے مجھے جان سے مارنے کی دھمکی بھی دی۔اور پیسے دینے کی آفر بھی کی۔''

''جان سے مارنے کی دھمکی دی یا پیسے دیے؟ لوگ ایک وقت میں ایک چیز کیا کرتے ہیں۔''

''میں سچ کہہ رہا ہوں۔''

''آپ نے کہا کہ آپ کی ٹوٹی گھڑی پہ وقت تین بج کے پندرہ منٹ پہ فریز ہو چکا ہے' سرمد۔آپ نے وہ گھڑی غالباً خود ہی توڑی تھی کیونکہ آپ کو یہ نہیں معلوم تھا کہ تالیہ مراد اس وقت تھانے میں ہیں۔آپ نے سوچا کہ وہ اپنے گھر ہوں گی اور ان کے پاس کوئی ایلی بائی نہیں ہوگی۔''

''شاید مجھے وقت بتانے میں غلطی لگی ہو۔''

''اگر ابھی کرائم سرچ یونٹ آپ کے گھر جائے تو ان کو آپ کی ٹوٹی گھڑی پہ کیا وقت فریز ہوا ملے گا؟''

وہ اتنی تیزی سے بولے کہ سرمد گڑبڑا گیا۔اب وہ اپنے بتائے وقت سے نہیں پھر سکتا تھا۔اس نے خود دیکھا تھا گھڑی پہ وقت۔تالیہ مراد ایک ہی وقت پہ دو جگہوں پہ کیسے ہو سکتی تھی؟ اس کے پاس وقت کی چابی تھوڑا ہی تھی؟

''آبجیکشن۔'' پراسیکیوٹر ضبط نہ کر سکا اور جگہ سے اٹھا۔جج اور احمد نظام نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔اسے سمجھ نہیں آئی کہ وہ کس بات پہ آبجیکشن کرے۔وہ واپس بیٹھ گیا۔اشعر جھک کے خفگی سے اسے کچھ کہنے لگا۔وہ جواباً پریشانی سے وضاحت دینے لگا۔

احمد نظام واپس سرمد کی طرف مڑے۔''تو آپ مجھے یہ بتائیں کہ تالیہ مراد ایک ہی وقت میں دو جگہوں پہ کیسے ہو سکتی ہیں؟ سوائے اس کے کہ ان کے پاس کوئی ٹائم ٹرنر ہو۔جس سے وہ وقت کو پیچھے کر سکیں۔'' احمد نظام نے کمرہ عدالت کی طرف چہرہ موڑا اور با آواز بلند کہا۔''اور ہم سب جانتے ہیں کہ وقت کی کوئی چابی نہیں ہے۔گیا وقت ہاتھ نہیں آتا نہ آج تک وقت کسی کے لیے رکا ہے۔ہے نا؟''

تالیہ مسکرا دی۔ایڈم بھی مسکرا دیا۔

پھر وہ اس کی طرف جھکا اور آہستہ سے بولا۔''مجھے امید نہیں تھی کہ یہ کام کر جائے گا۔''

''میں سچ کہہ رہا ہوں۔'' کٹہرے میں کھڑے سرمد کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔وہ بار بار بے یقینی سے پہلی رو میں بیٹھی سیاہ ہیٹ والی لڑکی کو دیکھتا تھا۔وہ آج جارحانہ انداز والی لڑکی نہیں لگ رہی تھی۔وہ بس سادگی سے مسکرا رہی تھی۔

''آپ کی باتیں اتنی احمقانہ ہیں سرمد صاحب کہ میں ان پہ کوئی سوال ہی نہیں کرنا چاہتا۔ آگے چلتے ہیں۔'' احمد نظام نے افسوس سے کہا تو سرمد نے دیکھا، جج نے سر جھٹک کے کاغذ پہ کچھ لکھا ہے۔

پراسیکیوٹر برہمی سے اشعر سے سرگوشی کر رہا ہے۔

اور حاظرین چبھتی نظروں سے سرمد کو دیکھ رہے تھے۔

وہ سچ کہہ رہا تھا اور وہ جانتا تھا کہ وہ سچ کہہ رہا ہے۔ لیکن کوئی اس کا یقین کرنے کو تیار نہ تھا۔

''سرمد میرے پاس آپ کے فون ریکارڈز ہیں۔ اس رات تالیہ مراد تو آپ کے گھر نہیں گئی تھیں لیکن آپ نے اس رات یہ کالز ضرور کی تھیں۔'' احمد نظام ایک کاغذ اسے دکھاتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ ''اور یہ کالز آپ نے اشعر محمود کو کی تھیں۔''

سرمد نے خشک لبوں پہ زبان پھیری۔ پھر بے چارگی سے نیچے بیٹھے اشعر کو دیکھا جس نے ایک دم پہلو بدلا تھا۔ سکندر نے گردن موڑ کے اشعر کو دیکھا۔ پھر سرمد کو۔

''آپ نے اشعر کو کیوں کال کی؟''

''مجھے یاد نہیں۔''

''آپ کافی دیر تک ان سے بات کرتے رہے۔ آپ نے ان سے چار دفعہ کل سے آج تک بات کی۔ لیکن آپ کو یاد نہیں؟ کیا انہوں نے کہا تھا تالیہ مراد پہ تشدد کا الزام لگانے کے لیے؟''

''یہ کال ریکارڈز جھوٹے ہیں۔'' وہ گردن کڑا کے بولا۔ ساتھ ہی پریشان نظروں سے سامنے کرسیوں پہ بیٹھے اشعر کو دیکھا۔ وہ لبوں پہ مٹھی رکھے اسے گھورے جا رہا تھا۔

''میں آپ کی یادداشت تازہ کیے دیتا ہوں۔ اس عورت کو پہچانتے ہیں آپ؟'' احمد نظام نے فولڈر سے ایک فوٹو نکال کے اس کے سامنے کی۔

پراسیکیوٹر بے چینی سے اٹھا۔ ''اس سوال کا کیس سے کیا تعلق ہے؟''

احمد نظام تحمل سے اس کی طرف گھومے۔

''پراسیکیوٹر صاحب... گواہ کا نام آپ نے فہرست میں لکھا تھا۔ اس کے متعلق پورا ریسرچ کر کے میں لایا ہوں۔ میں آپ کے لیے آپ کی جاب آسان کر رہا ہوں۔ کتنا ہی اچھا ہو کہ آپ تحمل سے گواہ کو جواب دینے کا موقع دیں۔''

ان کا انداز ایسا دو ٹوک تھا کہ وہ کچھ کہہ نہ سکا۔ جج صاحبہ نے بھی ناگواری سے اعتراض رد کیا تو وہ ماتھے پہ بل لیے واپس بیٹھ گیا۔ احمد نظام فرصت سے واپس سرمد کی طرف مڑے۔

''میں اس کو نہیں پہچانتا۔'' اس نے صاف انکار کر دیا۔

''یہ لڑکی ایک زمانے میں عصرہ محمود کے گھر بطور آیا کام کرتی تھی۔ اس کو ہائر کرنے کے کچھ عرصے بعد اس نے اپنے ساتھی کے ساتھ آریانہ بنت فاتح کو اغوا کیا اور ایک حادثے میں دونوں کی موت واقع ہو گئی۔ یہی لڑکی آپ کی قالینوں کی دکان پہ بھی کام کرتی تھی۔ میں نے اس لڑکی کی فیملی کو بھی ٹریس کیا ہے۔''

''مجھے یاد نہیں۔''

''سرمد صاحب... میرا خیال ہے.... عصرہ کو علم نہیں تھا کہ اس لڑکی کو آپ نے بھیجا تھا۔ آپ اس کے ذریعے آریانہ کو اغوا کر کے تاوان لینا چاہتے تھے لیکن بچی کی حادثاتی موت کے بعد آپ خاموش ہو گئے۔ کئی برس بعد کسی طرح عصرہ کو اس کا علم ہو گیا۔ انہوں نے آپ کو کال کی۔ اپنی موت سے چند ہفتے قبل۔ وہ آپ کی دکان میں آپ سے ملنے بھی گئیں۔ آپ کی دکان میں کام کرنے والوں کو ان کی آمد کا دن تک یاد ہے۔ عصرہ نے آپ کو قانون کے کٹہرے میں لانے کی دھمکی بھی دی۔''

''ایسا کچھ نہیں ہوا۔''

مگر وہ کہے جا رہے تھے۔

''آپ نے اپنے ایک دوست کو کانٹیکٹ کیا۔ یہ آدمی اب جیل میں ہوتا ہے اور یہ اس کا بیان حلفی ہے۔'' احمد نظام نے ایک کاغذ جج کے ڈیسک پہ رکھا۔ ''یہ آدمی آپ کا جانا پہچانا دوست تھا۔ آپ نے اس سے آرسینک خریدا۔ اور پھر آپ نے وہ زہر آلود کیک عصرہ کو بھیجے۔ عصرہ کو قتل کرنے کی سب سے بڑی وجہ آپ کے پاس ہے کیونکہ وہ آپ کو گرفتار کروانا چاہتی تھیں۔''

''ایسا نہیں ہوا۔ میں نے ان کا قتل نہیں کیا۔ وہ میری مالکن تھیں۔''

''آپ نے کہا ان کے والد آپ کے مالک تھے۔''

''ہاں ٹھیک ہے۔ میں ان کا وفادار ملازم تھا۔ ٹھیک ہے میں ان سے ملا۔ وہ میری شاپ پہ آئیں لیکن انہوں نے مجھ سے صرف آرسینک منگوایا تھا۔ کسی کو آرسینک دینا کوئی جرم نہیں ہے۔'' وہ جذباتی ہو کے نہیں کہہ رہا تھا۔ وہ تیزی سے کہہ رہا تھا۔

عدالتی کمرے میں دبی دبی سرگوشیاں بلند ہوئیں۔ سکندر نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ پھر اشعر کو۔ پھر اس نے اشعر سے کچھ پوچھا لیکن وہ جواب دیے بنا سرمد کو گھورتا رہا۔

''آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ آرسینک آپ نے اپنے لیے خریدا یا ان کے لیے؟'' وہ پوچھ رہے تھے۔ جج اپنی عینک کے اوپر سے غور سے سرمد کو دیکھ رہی تھی۔ اشعر نے جھک کے پراسیکیوٹر کو مخاطب کیا لیکن پہلی دفعہ اس نے ہاتھ اٹھا کے اشعر کو

روک دیا۔وہ اس آدمی کی کہانی سننا چاہتا تھا۔

''انہوں نے بدلے میں مجھے ڈائمنڈ نیکلس دیا تھا۔آپ اس جیولری اسٹور پہ چلے جائیں۔ان کے پاس ریکارڈ ہوگا۔ میں نے وہ ڈائمنڈ بیچے بھی تھے۔اگر وہ مجھ پہ خفا ہوتیں تو مجھے وہ سیٹ نہ دیتیں۔''اس کا اعتماد بڑھنے لگا۔''تالیہ مراد میرے اوپر قتل کا الزام ڈالنا چاہ رہی ہیں حالانکہ یہ سچ نہیں ہے۔میں نے صرف ان کو آرسینک دیا تھا۔''

''آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ عصرہ نے آرسینک خود منگوایا تھا؟''

''یور آنر....''پراسیکیوٹر پھر سے اٹھا۔''اگر مسز عصرہ کو وہ آرسینک اس شخص نے دیا تھا تب بھی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کا قتل اسی آرسینک سے ہوا ہے۔تالیہ مراد کے پاس وسائل کی کیا کمی ہے؟وہ کہیں اور سے بھی لے سکتی ہیں۔''

''میں اسی طرف آرہا ہوں۔''وہ تحمل سے بولے۔''سرمد صاحب....جس آئی پی ایڈریس سے تالیہ مراد کا کریڈٹ کارڈ ہیک کر کے کیک آرڈر کیے گئے تھے وہ ان کافی شاپس کے تھے جو آپ کی دکان کے دو سو میٹر ریڈیس میں آتی تھیں۔آپ کے فون کے جی پی ایس ڈیٹا کے مطابق آپ بھی انہی جگہوں پہ اسی وقت موجود تھے جب یہ ہیک ہوا۔آپ اتنے دن اتفاق سے انہی جگہوں پہ کیوں تھے؟''

''میں نے کوئی کارڈ ہیک نہیں کیا۔مجھے ان کیکس کا کچھ نہیں پتہ۔میں نے صرف آرسینک دیا تھا۔اور آرسینک دینا جرم نہیں ہوتا۔''وہ ہانپتے ہوئے کہہ رہا تھا۔اسے عدالت آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔اگر اشعر نہ کہتا تو وہ کبھی یہاں نہ آتا۔وہ روپوش ہو جاتا۔یہ سارا کھیل تالیہ مراد کا تھا۔وہ اور اس کی دوست....وہ اس کے ساتھ گڈ کاپ بیڈ کاپ کھیل کے گئے تھے۔وہ اسے کسی اور طرح عدالت نہیں لاسکتے تھے۔انہیں معلوم تھا وہ اشعر سے رابطہ کرے گا اور اشعر اس کو عدالت میں جا کے تالیہ کا کیس خراب کرنے کو کہے گا۔وہ خود چل کے ان کے پھندے میں آگیا تھا۔

''عصرہ نے آرسینک منگوانے کی کوئی وجہ تو بتائی ہوگی؟''

''انہوں نے کہا تھا انہیں ایک جان لینی ہے۔مجھے نہیں معلوم تھا کہ.....''وہ چپ ہوگیا۔

''کہ وہ اپنی جان لینے جارہی تھیں؟ آپ یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ عصرہ محمود نے خودکشی کی ہے؟''

''مجھے نہیں معلوم۔میں نے صرف آرسینک لا کر دیا تھا۔یہ جرم نہیں ہے۔''وہ زچ ہو کے بولا۔احمد نظام چند لمحے اسے دیکھتے رہے۔

''میرا آخری سوال۔''انہوں نے گہری سانس لی۔''آپ نے کس کس کو بتایا تھا کہ عصرہ محمود نے آپ سے آرسینک منگوایا ہے؟''

سرمد کی رنگت پھیکی پڑی۔ ''کسی کو نہیں۔''

''سرمد صاحب..... یہ آپ کے اس زمانے کے فون ریکارڈز ہیں۔'' انہوں نے کاغذات کا ایک پلندہ جج صاحبہ کی میز پہ رکھا۔ ''آپ نے عصرہ سے ملنے کے بعد سے ان کی موت تک کئی دفعہ ایک نمبر پہ کال کی اور اس نمبر پہ بات بھی کی۔ یہ نمبر اس زمانے میں اشعر محمود کے زیر استعمال تھا۔ اور انہی کے آئی ڈی کارڈ پہ رجسٹرڈ ہے۔ کیا آپ نے اشعر صاحب کو بتایا تھا کہ ان کی بہن نے آرسینک منگوایا ہے؟''

کمرہ عدالت میں جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا۔ سکندر نے گردن موڑ کے اشعر کو دیکھا۔ بے یقینی سے۔ صدمے سے۔

''ایش؟'' اس نے اشعر کو کہنی سے جھنجھوڑا۔

لیکن اشعر نے حرکت نہ کی۔ وہ سامنے دیکھتا رہا۔ اس کے تاثرات بالکل سپاٹ تھے۔

''مجھے یاد نہیں۔'' وہ ہکلایا۔

''سرمد.... میں آپ کے لیپ ٹاپ کی ہارڈ ڈرائیو اور آپ کے ای میل اکاؤنٹ سے لے کر آپ کی ہر چیز کا ریکارڈ کورٹ میں منگوالوں گا۔ پولیس کی ٹیک ٹیم آپ کی ایک ایک کال ایک ایک موومنٹ کو ماضی میں ٹریس کر لے گی۔ یہ وزیر اعظم کی بیوی کا قتل کیس ہے۔ صرف سچ آپ کو بچائے گا۔'' احمد نظام نے اونچی آواز میں دہرایا۔ ''کیا آپ نے کسی اور کو بتایا تھا کہ عصرہ محمود نے آپ سے زہر منگوایا ہے؟''

''میں نے.... صرف اشعر صاحب کو بتایا تھا۔''

وہ اب اشعر کو نہیں دیکھ رہا تھا۔ اشعر کی چبھتی نظریں اس پہ جمی تھیں۔ اس کی آنکھیں اتنی گلابی ہو رہی تھیں کہ لگتا تھا خون بہہ نکلے گا۔ لوگ مڑ مڑ کے اب اشعر کو دیکھ رہے تھے۔

''آپ جانتے تھے ماما نے اس سے زہر منگوایا تھا؟'' سکندر دبی آواز میں غرایا۔

''یہ سب جھوٹ بول رہے ہیں۔'' وہ بڑبڑایا۔ سکندر نے چہرہ موڑ لیا۔ اس کے ماتھے پہ بل تھے اور آنکھوں میں نمی تھی۔

''اور عدالت کو بتائیں.... اشعر صاحب نے آگے سے کیا کہا؟''

''انہوں نے کہا کہ میں خاموشی سے عصرہ میم کو آرسینک مہیا کر دوں۔'' سرمد نے چہرہ جھکا دیا۔

''دیٹس آل.... یور آنر....'' احمد نظام جج کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ ''عصرہ محمود نے اس شخص سے آرسینک منگوایا تھا۔ جو کیک مبینہ طور پہ تالیہ مراد نے بھیجے ان پہ آرسینک نہیں لگا ہوتا تھا۔ اس بات کے لیے ہمارے پاس گواہ ہے۔''

''کون؟''

تالیہ نے چونک کے سر اٹھایا۔

''پردھان منتری خود۔ان کا کہنا ہے کہ کیک پہ آئسنگ نہیں تھی۔اگر عدالت ان کو طلب کرے تو وہ آ کر خود گواہی دیں گے۔فی الحال یہ ان کی طرف سے حلفیہ بیان ہے۔''

انہوں نے ایک اور کاغذ جج صاحبہ کے سامنے رکھا۔تالیہ کے گلے میں آنسوؤں کا گولا اٹکنے لگا۔

لیکن اس شام سے واپسی ممکن نہ تھی۔

''کیک جس نے بھی بھیجے' یہ معمہ حل کرنا پولیس کا کام ہے۔'' احمد نظام اب کہہ رہے تھے۔''لیکن میں یہ بات ثابت کر چکا ہوں کہ آرسینک عصرہ محمود نے خود منگوائی تھی۔ جناب عالی' عصرہ محمود کی موت قتل نہیں' خودکشی تھی۔اور اگر اس میں کسی کا قصور ہے تو دو لوگوں کا۔ایک یہ شخص (سرمد کی طرف اشارہ کیا) جس نے ان کو زہر لا کے دیا۔اور دوسرا اشعر محمود (پیچھے حاظرین میں بیٹھے اشعر کی جانب بازو بلند کیا) جس کو معلوم تھا کہ اس کی بہن زہر منگوا رہی ہے اور زہر کسی کو شفا نہیں دیا کرتا۔اس کا کام جان لینا ہی ہوتا ہے۔اپنی یا کسی اور کی۔لیکن اشعر محمود نے یہ ہونے دیا۔میں عدالت سے استدعا کرتا ہوں کہ تالیہ مراد کے اغوا کاروں کے کنٹینرز سے ملنے والے خون اور ڈی این اے کے سیمپل اشعر محمود کے سیمپلز کے ساتھ میچ کیے جائیں۔مجھے شک ہے کہ عدالت کو وہاں سے حیرت انگیز نتائج ملیں گے۔''

اشعر سر جھٹکتے ہوئے اٹھا' کوٹ کا بٹن بند کیا' اور سیدھا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ابھی وہ درمیانی رستے کے وسط تک پہنچا تھا جب جج صاحبہ کی آواز سنائی دی۔

''آپ کہاں جا رہے ہیں' اشعر صاحب؟''

اس نے کوفت سے آنکھیں میچیں....اور رک گیا۔

اب وہاں سے نکلنا اتنا آسان نہ تھا۔

☆☆=========☆☆

عدالت سے واپسی کے سفر میں ان روشنیوں میں اضافہ ہو چکا تھا۔جھلساتی دھوپ آنکھوں میں پڑ رہی تھی۔اوپر سے کیمروں کے چمکتے فلیش...نگاہیں چندھیا گئی تھیں۔

یا شاید اس کی آنکھیں چندھیائی ہوئی تھیں۔وہ کسی خواب کی سی کیفیت میں باہر آ رہی تھی۔ایڈم اس کے ساتھ تھا۔اور رپورٹرز کا ہجوم اس کے سامنے مائیک اور کیمرے اٹھائے' چلا چلا کے پوچھ رہا تھا۔

''چے تالیہ.... عدالت نے آپ کے ٹرائل کو مس ٹرائل قرار دے کر آپ کو ہر الزام سے بری کر دیا ہے۔ اس پہ کیا کہیں گی؟''

''کیا آپ کو اشعر محمود نے اغوا کیا تھا؟ کیا اشعر محمود نے اپنی بہن کا قتل کروایا ہے؟''

''کیا عدالت سرمد کو چھوڑ دے گی؟''

ہر شے سلوموشن میں ہو رہی تھی۔ ایڈم رپورٹرز سے بات کر رہا تھا۔ وہ بس خاموشی سے آگے بڑھ رہی تھی۔ ہر الزام اور ہر جرم سے آزاد۔

کچھ رپورٹرز ایسے تھے جو دور گھاس پہ کھڑے' اپنے اپنے کیمرہ مینوں کی طرف چہرہ کیے' مائیک اٹھا کے رپورٹ پیش کر رہے تھے۔

''وہ کیک کس نے بھیجے' ہم نہیں جانتے' ناظرین۔ عدالت نے سرمد زہدی کو گرفتار کر کے ری ٹرائل کا حکم دیا ہے۔ تالیہ مراد اب آزاد ہیں۔ آزاد تو اشعر محمود بھی ہیں لیکن وہ ری ٹرائل سے پہلے تک ملک نہیں چھوڑ سکتے۔ سوال یہ ہے کہ کیا کسی کو آرسینک مہیا کرنا جرم ہے؟ آرسینک ہوتا کیا ہے اور یہ کن کاموں کے لیے استعمال ہوتا ہے؟ اس بارے میں ہم آپ کو ایک ڈاکومنٹری دکھانے جا رہے ہیں....''

فاصلے فاصلے پہ کئی رپورٹرز کھڑے اپنے چینل کے کیمرے کو دیکھتے ہوئے اپنی اپنی عدالت سجائے ہوئے تھے۔

وہ سیاہ شیشوں والی کار میں بیٹھی۔ اور دروازہ بند کیا۔ اس لمبی کار میں نشستیں آمنے سامنے بنی تھیں۔ ایڈم اس کے ساتھ بیٹھا تھا اور احمد نظام سامنے۔

کار چل پڑی۔ رپورٹرز کے سوالات سے دور۔ عدالت کی عمارت کی دھوپ سے دور۔ احمد نظام نے بالآخر گہری سانس لی۔

''یہ خون کے نشانات والے کنٹینرز کا آپ نے بہت رسک لیا' چے تالیہ۔ مجھے پہلے معلوم ہوتا تو آپ کو روک دیتا۔''

''لیکن مان لیں کہ اس سے فرق پڑا ہے۔ اشعر محمود ایک لمبے عرصے کے لیے مشکوک ہو گیا ہے۔''

''لیکن وہ اس کیس سے بری ہو جائے گا۔''

''مجھے معلوم ہے وہ بری ہو جائے گا۔ سرمد بھی بری ہو جائے گا۔ کسی کو سزا نہیں ہو گی۔ مگر میں سروائیول موڈ میں ہوں' احمد نظام صاحب۔ مجھے خود کو بری کروانے کے لیے وہ سب کرنا تھا جو میں کر سکتی تھی۔''

''اشعر جانتا تھا کہ عصرہ زہر منگوا رہی ہیں تو اس نے ان کو کیوں نہیں روکا؟'' ایڈم نے سوچتے ہوئے افسوس سے پوچھا۔